جملہ حقوق محفوظ

اکتوبر سنہ ۱۹۰۸ء

ایڈیٹر شیخ عبد القادر
شیخ محمد اکرام

مخزن

اردو علم ادب کی دلچسپیوں کا ایک ماہوار مجموعہ

نثر

تصویر - مولوی سید احمد صاحب دہلوی مولف فرہنگ آصفیہ
پہلا آدمی اور اسکی زندگی کا پہلا دن - سید محمد حسین جعفری صاحب 1
معرفت - مولوی بدر الدین صاحب سیوہاروی 9
...را - مولوی سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ 18
...ت غم - میاں عبد الحمید صاحب بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر 26
...باد کی سیر - مولوی سید احمد حسن صاحب مارہروی 33
پیسہ کے معاملات - منشی نذر محمد بی اے 44
...عالم کی شاعری - خواجہ عبد الرؤف صاحب عشرت لکھنوی

نظم

پیام عشق - ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم اے بیرسٹر ایٹ لا 58
فلسفۂ نگاہ - میرزا محمد ہادی عزیز لکھنوی 59
ماتم آرزو - مولوی رضا علی وحشت از کلکتہ 61
بے ثباتی حسن - پنڈت برجموہن تاترنہ کیفی 62
امید - منشی نذیر احمد صاحب کامل 63
اجڑی ہوئی دلہن - منشی درگا سہائے سرور جہان آبادی 67
تازہ غزلیں { شبلی - شاد عظیم آبادی - نشتر شاد - عزیز لکھنوی - حامد

...کروڑ ہندوستانی اردو بولتے ہیں اور اسی قدر اور ہندوستانی اردو سمجھتے ہیں

○ ان شہروں میں اردو مادری زبان ہے ◐ ان شہروں میں وہ مروج ہے ● انمیں اردو سمجھی جاتی ہے

باہتمام شیخ محمد اکرام مخزن پریس دہلی میں چھپکر شائع ہوا

قیمت سالانہ معہ محصولڈاک قسم دوم ... فی پرچہ ...

چیف کورٹ پنجاب کے سابق محترم ج

یعنی

آنریبل خان بہادر مولوی محمد شاہدین صاحب بیرسٹرایٹ لا فیلو پنجاب یونیورسٹی و

فرماتے ہیں کہ

"مخزن حکمت یا گھر کا ڈاکٹر و حکیم" مصنفہ "خانصاحب" ح

غلام جیلانی "شمس الاطباء" فی الواقع اپنی طرز کی پہلی کتاب اور اید

تصنیف ہے۔ اس کتاب میں تمام ڈاکٹری "طبی اصطلاحات" کو اردو مترادف ا

تحریر کیا گیا ہے اور اس میں جو ابواب تشریح جسم و افعال الاعضاء ہیں اور جن

سادہ و رنگین تصاویر ہیں وہ نہایت دلچسپ اور سبق آموز ہیں۔ م

مخزن حکمت

مجموعی حیثیت سے ایک عجیب و غریب بیش قیمت اور قابل

ہندوستان میں "طب خانگی و حفظ صحت" کی دیگر ہر دلعزیز کتابوں

سبقت نہ لیجائے تو مجھے سخت تعجب ہوگا مخزن حکمت کی ا

ہندوستانی کے کتب خانہ میں ضرور ہونی چاہیے"۔ حجم کتاب ۲۷۶

قیمت للعہ مجلد للعہ

ملنے کا پتہ:- دفتر جناب شمس الاطباء

پہلا آدمی

اور

اُسکی زندگی کا پہلا دن

ابتدا میں ایک زمانہ تھا جبکہ طرح طرح کے اناج جنکی اب کاشت کیجاتی ہے اور انواع واقسام کے ثمور اور رنگ رنگ کے پھولدار درخت جواب شوقیہ مگر باحتیاطِ تمام باغوں میں لگائے جاتے ہیں - جنگل جنگل اِس کثرت سے کھڑے تھے کہ تِل دھرنے کو جگہ نہ تھی - گوناگون لذیذ میووں اور مہکتے ہُوئے پھُولوں کی خود رَو جھاڑیاں کھڑی تھیں - پھُولوں میں کچھ ایسی مست وپُر کیف بُو تھی کہ اب ان پھُولوں کے عطر کو نصیب نہیں - نونہالانِ بہار کے شوخ شوخ رنگ اِس بہار پر تھے کہ نہ کبھی دیکھے نہ سُنے - میوے ایسے تروتازہ وشاداب کہ اُنکی لطافت ولذّت کا اندازہ خیال اب نہیں کرسکتا - بلاہائے سماوی وارضی سے دُنیا محفوظ تھی - برسات کی کالی گھٹائیں جھُوم جھُوم کر اُٹھتیں - برستیں اور کھلجاتیں - مگر طوفانہائے آب وباد کبھی نہ اُٹھتے - آفتاب اپنی عالمگیر کرّوفر سے ہر روز نکلتا اور غروب ہوتا لیکن خشک سالی وقحط نے کبھی صُورت نہ دکھائی - زینت بزم کون وفساد حوادث وتغیرات کی محتاج نہ تھی - عروسِ زمانہ کا جمالِ باکمال زیبِ زیور سے مستغنی تھا - غم ورنج وافکار - گناہ ومعصیت کی طرح کہ مصیبت وپریشانی کا رازِ اصلی ہیں ابھی پیدا ہی نہ ہُوئے تھے -

ہر شے سے عنفوانِ شباب ظاہر - پتّے پتّے پر قیامت کا جوبن

ذرّہ ذرّہ میں آفتاب کا جلوہ۔ گیاہ زمرّدین کی آب و تاب ہیں چھبن کا یہ عالم گویا سطح زمین پر مخمل قطع کر دی ہے۔

جنگل وصحرا وہ پُرفضا باغ تھے جنکو باغبانِ قدرت کے شگوفہ کار ہاتھوں نے خود سینچا تھا۔ زمین کا اُٹھتا ہوا جوبن اُبھر اُبھر کر سربفلک کشیدہ پہاڑوں کی صُورت میں حد سے گذر چلا تھا۔ پرشور ندیاں کسی شوخ رفتار مستِ ناز کی طرح اُن مالامال قطعاتِ ارضی سے لہریں مارتی ہوئی گذرتی تھیں جنکی فضا کو ہجومِ اشجارِ پُراثمار و جوشِ لالہ و گل نے بہشت بنا دیا تھا۔

لیکن اس فضا سے لُطف اُٹھانے والے۔ اس بہار کی قدر کرنیوالے ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ مکان بن چکا تھا۔ لیکن مکین ہنوز نہ آئے تھے۔ یہاں کی فضا وقفِ نسیم وصبا تھی۔ آفتاب کی مچل مچل کر رہ جانیوالی گستاخ شعاعوں کے سوا عفائف بہار کا دامن کسی نے نہ چھوا تھا۔ عروس دُنیا نوجوانی کی کیفیتوں میں سرشار کسی کے انتظار میں ہمہ تن اشتیاق ہی بیٹھی تھی۔ نسیم ہر صبح ڈھونڈھتی نکلتی۔ بادِصبا صحرا صحرا خاک اُڑاتی۔ خوشبو گلوں کے پردے سے استقبال کو بڑھتی لیکن وہ جسکی تلاش جسکی جستجو تھی حجلۂ عدم میں خوابِ ناز کے مزے لے رہا تھا۔

آخر نیند کا متوالا چونکا۔ عدم کا جادو ٹوٹا یعنی قدرت نے اُس جانِ جہاں کو پیدا کیا جسکی راحت و بقا کی خاطر اس سُنسان نگری کو اس حُسن سے رچا تھا۔

اس پہلے انسان کی پیدائش کو جس طرح ماں باپ کی ضرورت نہ تھی اسی طرح اسکی پرورش نہ والدین کی نگہداشت کی محتاج ہوئی نہ اُسکی ہستی طفلی کی منت کش

یہ پہلے ہی دِن جوان پیدا ہوا - پیدائش کے پہلے ہی روز اسکی تمام قوتیں صحیح وکامل تھیں - اس کی ذات تکمیل مجسم تھی جسکی بالیدگیِ کمال کو بیکاری یا غلط کاری نے نقصان نہ پہنچایا تھا -

وُہ بیروں از وہم و گمان و قیاس وجود جو بیجان عناصر کو ہیئت انسانی میں ترکیب دینے اور پھر جیتا جاگتا کر دینے کا سبب ہوا تھا - وُہی اس ہیئتِ انسانی کے استقلالِ بقا کا سبب ہو گیا - آب و ہوا اور موسم کی جس حیرت انگیز مناسبت نے امتدادِ زمانہ سے موافقت پا کر اجزائے سافلہ سے یہ شکلِ عالیہ پیدا کی تھی - وُہی مناسبت اِس شکل کے تحفظ و استقلال کا باعث ٹھہری - موسم کا اعتدال راحت کا ضامن - آب و ہوا کی موافقت پریشانی کی منافی ہوئی - نیلے آسمان سے ڈھکی ہوئی زمین اس کا زچہ خانہ بنی - یہی زمین و آسمان اُس کے لئے ایسا پُر راحت مکان ہو گئے - جہاں نہ سردی اُسے گزند پہنچا سکے نہ گرمی آسیب - موسم کے تکلیف دہ و مضرت رساں اثروں سے محفوظ رہنے کے متعلق جو کمی انتہا درجہ کی ناتجربہ کاری اور جہلِ محض پیدا کر رہا تھا وُہ (کمی) خود اعتدالِ موسم نے پوری کی - سردی و گرمی کی متضاد کیفیتیں اس برہنہ انسان کو بجائے تکلیف پہنچانے کے اپنے کمالِ اعتدال سے ہر لحظہ آرام و راحت کا سبب - ہر دم قوتِ نمو کا باعث ہوئیں - خار زار اُس کی راہ میں گلستاں اور کانٹے پھول ہو گئے - جو ہوا چلی اُس کے موافق ہی چلی -

یہ پہلا آدمی جاہلِ محض تھا لیکن اس کی بلند پیشانی پر استدلال عقل و دانش - ذکاوت - ذہانت - فطنت کا نور چمکتا تھا - وُہی نُور جس نے اسکی اولاد میں ایک نہیں ہزاروں لاکھوں سقراط و نیوٹن پیدا کئے - شروع میں

اسے بولنا نہ آتا تھا - لیکن اس کی خموشی اپنی بے زبانی میں آنیوالی فصاحت و بلاغت کا پتہ دے رہی تھی - اس کا ایمان دل اُس شجاعت اُس ہمت اور اُس حوصلے کا خزینہ تھا جس کا پتہ بہت سے سکندر - سیزر - ہنبال - تیمور اور نپولین کے کارناموں سے ملتا ہو - اسکی ذاتی نیکیاں مخدرات قدسیہ تھیں کہ اس کے جلیل القدر فرزندوں یعنی انبیا و اولیا کے تصرفات خفیہ سے ظاہر ہوئیں -

حُسن سیرت کی طرح حسن جسمانی میں بھی یہ آپ ہی اپنی نظیر تھا - اس کے قوی اعضا حُسن جسمانی کا کامل نمونہ تھے - گناہ و عصیان نے قوے کی بالیدگی پژمردگی و بدصورتی کا دھبّا نہیں لگایا تھا - افکار و غموم نے حسن کی دلفریبی کو نقصان نہیں پہنچایا تھا - اس کی ذات اس عالم تاب حُسن سے معمور تھی جس نے حسینان جہاں پیدا ہوئے - جس کے فیض سے کروڑوں اربوں یوسف جمال ہمیشہ ہر زمانہ میں انجمن افروز نگاہ رہینگے -

یہ حسین - جاہل - تنہا - بھولا بھالا مگر مکمل انسان حقیقت میں نہایت ہی جمیل و جلیل ظاہری و باطنی قوتوں اور رنگا رنگ جذبات کا خزانہ تھا - اس کی ذات نہایت مہتم بالشان صفات کا گنجینہ تھی - مگر یہ اپنی قوتوں اور خوبیوں سے واقف نہ تھا - قدرتوں اور توفیقوں کا اس میں ایک عالم بھرا تھا پر اسے خبر نہ تھی -

لیکن یہ پہلا آدمی جب نیستی سے ہستی میں آموجود ہوا ہوگا تو اسکی کیا حالت تھی ؟ پیدا ہوتے ہی اس کے مدتل دماغ میں کیا کیا خیالات گذرے ہونگے ؟ اُسکے صاف - قوی - بیگناہ دل میں پہلے پہل کیسے جذبات موجزن ہوئے ہونگے ؟ بنی نوع آدم میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو اپنے بڑے دادا کے

متعلق اس قسم کے سوالات سے دلچسپی نہ رکھتا ہو مگر تخیلات و مفروضات سے گذر کر ہم انسان کے سب سے بڑے دادا کی سرگذشت - اسکی زندگی کے پہلے دن کے واقعات خود اسی کی زبانی لکھتے ہیں - وہ اپنے پہلے خیالات و جذبات و حرکات و سکنات کو اس طرح بیان کرتا ہے -

۱ - حیرت و مسرت سے بھری ہوئی وہ ساعت مجھے بخوبی یاد ہے - جب پہلی مرتبہ مجھ کو اپنی عجیب و غریب ہستی کا علم ہوا - میں کون ہوں ؟ کیا ہوں ؟ کہاں سے آیا اور کیونکر آیا ؟ مجھے معلوم نہ تھا - میں نے اپنی آنکھیں کھولیں اور پہلے پہل فضائے عالم پر نظر ڈالی - اللہ اللہ کیسا دلفریب و دلکش و عالی شان منظر پیش نظر تھا - نیلگوں آسمان اور اسکی بلندی سرسبز و مالا مال زمین اور اسکی وسعت - بہتے ہوئے شفاف پانی کی دل کش ادا - ہر شے جو نظر آئی اس کی پر عظمت دل فریبی نے مجھ پر بڑا اثر کیا - میں بخوبی دیکھ رہا تھا پر نہ جانتا تھا کہ دیکھ رہا ہوں - موجودات کی مختلف اشیا مجھے جدا جدا نظر آ رہی تھیں پر میں واقف نہ تھا کہ کیا ہیں - اس عالی شان منظر نے میرے دل کو ایسے جذبات سے بھر دیا جو بیان میں نہیں آسکتے - شاید وہ جذبات مسرت خالص تھے -

۲ - پہلے پہل مجھے یہ خیال ہوا کہ یہ سب چیزیں جو میں دیکھ رہا ہوں مجھی میں ہیں - مجھے اس منظر کی مختلف اشیا کے جدا جدا ہونیکا علم تھا نہ یہ خیال تھا کہ میں ان سے علیحدہ اور جدا ہوں - میں نے جانا کہ یہ زمین و آسمان اور درخت اور سب جو کچھ ہے میری ہی ہستی ہے اور میرے ہی وجود کا حصہ ہے - یہ خیال یقین کی صورت اختیار کرتا جاتا تھا ناگہاں میری نظر آفتاب پر جا پڑی اور اس کی نظر خیرہ کر دینے والی روشنی سے مجھے تکلیف

پہنچی۔ تب میں نے خود بخود نادانستہ آنکھیں بند کرلیں اور وہ تمام عالی شان منظر آنکھوں سے غائب ہوگیا۔

آہ یہ کیا ہوا؟ وہ تمام چیزیں یکایک کہاں چلی گئیں؟ اس وقت مجھے بہت ہی رنج ہوا۔ میری آنکھیں بند تھیں کچھ نظر نہ آتا تھا غم والم کی اُن تاریک ساعتوں میں میں نے خیال کیا کہ میں کھو گیا اور فنا ہو گیا ہوں

۳۔ افسردگی و پریشانی کے عالم میں اپنے اس تغیر پر میں حیرت سے غور کر رہا تھا کہ پرندوں کے پُر نغمہ چہچہے ہوا کی ہلکی سنک میں مل کر میرے کانوں تک آئے اُن کی پُر کیف شیرینی دل تک اُتر گئی۔ کان دھر دھر کر میں تا دیر سنتا رہا تب مجھے خیال ہوا کہ یہ نغمہ سنجی اور ہوا کی ہلکی سنک مجھ ہی میں ہے۔ میں ہی نغمہ اور ہوا کا خوشگوار جھونکا ہوں۔ اپنی ہستی کے یہ نئے اجزا نغمہ اور ہوا جو مجھے معلوم ہوئے تو میں اُن ہی کی مسرت میں کھو گیا۔ مجھے تسکین ہوئی کہ میری ہستی کے گم شدہ حصّے (زمین آسمان درخت وغیرہ) اگرچہ بالکل کھو گئے ہیں تاہم یہ نئے حصّے تو باقی اور موجود ہیں پس میں نے جانا کہ میں باقی اور موجود ہوں کھویا نہیں گیا۔ اسی خوشی میں اپنی پہلی گم شدگی کا غم بالکل بھول گیا اُس وقت میں نے اپنی آنکھیں پھر کھولدیں۔

۴۔ اللہ اکبر گم شدہ چیزیں پھر مل گئیں سب کی سب ایک ساتھ مل گئیں۔ اس قدر کثیر التعداد چیزیں اس قدر دلفریب اور دل کش اور باوقار چیزوں کو دوبارہ حاصل کر لینا کھو کر پھر پا لینا کیسی بے انتہا مسرت کیسی بیحد خوشی ہے۔ اس عالیشان منظر پر پہلے پہل نظر کرنے سے جو مسرت مجھے ہوئی تھی۔ اب کی مرتبہ کچھ اُس سے بھی سوا ہوئی اور اب میں سب کچھ

فراموش کر کے اس مسرت کے دل ہی دل میں مزے لینے لگا - قدرت کی بے تعداد چیزوں کو میں نے بغور دیکھا اور تھوڑی ہی دیر میں تحقیق کر لیا کہ ان بیشمار چیزوں کو میں جب چاہوں کھو دوں اور پھر پالوں - اپنی ہستی کے خوبصورت حصے کو کہ ان بیشمار چیزوں سے بنا ہے اپنی مرضی پر فنا اور پیدا کر سکتا ہوں - ان چیزوں کی آنکھیں چوندھیا دینے والی روشنی - بلندی - وسعت زنگارنگی مجھے نہایت پُر عظمت و جلال معلوم ہوتی تھی تاہم مجھے یقین تھا کہ یہ سب میرے ہی جسم کے حصے ہیں

۵ - اب میں نے خاطر جمعی اور اطمینان کے ساتھ بغیر کسی گھبراہٹ کے دیکھنا اور سننا شروع کیا - اتنے میں خوشگوار ہوا کا ایک ہلکا جھونکا بھینی بھینی خوشبو میں بسا ہوا آیا - اس خوشبو نے میرے دل و دماغ کو تر و تازہ کر دیا - ایک نئی روح مجھ میں پھونک دی - مجھے اندرونی مسرت بخشی - نہیں وہ مسرت نہ تھی - وہ کیفیت جو پہلی مرتبہ مشامِ خوشبو سے طاری ہوئی مسرت نہیں ہو سکتی وہ شاید محبت تھی - کیونکہ اس نے مجھے اپنے کو آپ پیار کرنا سکھایا - خوشبو ہی نے چاہنے کا خیال مجھ میں پیدا کیا -

۶ - جہاں جہاں میری نظر پہونچی مجھے اپنا ہی پُر شکوہ حُسن نظر آیا جدھر جدھر دیکھا اپنی ہستی کو موجود پایا - اپنے وجود کی اس عالی شان وسعت اس باجلال حُسن کے خیال سے مجھ پر اداسی چھا گئی - ہوا - نغمہ اور خوشبو سے جو از خود مسرت حاصل ہوئی تھی - اس نے مجھے مضمحل سا کر دیا - اور میں اپنے ان تمام محسوسات سے گھبرا کر یکایک کھڑا ہو گیا - کھڑے ہونے میں کچھ اور ہی عالم تھا - مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک نوع کی مافوق العادت ایک غیر محسوس طاقت مجھ پر مسلط ہے - لیکن اس طاقت کو میں جان نہ سکا تاہم

اتنا جانا کہ اس نے مجھے کھڑا کیا اور اب یہی ہو کر اپنے آپ ہی مجھے آگے بڑھا رہی ہے میرا قدم خود بخود آگے کو بڑھا اور پہلے پہل میں چلا۔

مگر الٰہی یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ میری کیا حالت ہو گئی۔ میں ایک ہی قدم چلا ہونگا کہ استعجاب نے مجھے بے حس و حرکت کر دیا۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ میرے گرد و پیش کی تمام چیزیں متحرک ہو گئی ہیں۔ زمین و آسمان۔ آفتاب اور درخت وغیرہ سب ہلنے لگے ہیں۔ میرا قدم اٹھتے ہی ہر شے غیر مرتب و درہم برہم ہو گئی ہو۔ دراصل میں قدم بڑھانے سے جو حرکت مجھ میں پیدا ہوئی تو میں نے خیال کیا کہ تمام چیزیں حرکت کر رہی ہیں گویا سب نے ایک جھٹکا کھایا ہے مگر دیکھو! جیسے ہی کہ میں ٹھہرا پھر تمام چیزیں بدستور قائم و ساکت ہو گئیں اُن میں مطلق بے ترتیبی اور حرکت نہ رہی۔

۷۔ میں نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا۔ اپنی پیشانی اور آنکھوں کو چھوا۔ اپنے جسم کو ٹٹولا تب میں نے خیال کیا کہ میرے جسم کا سب میں سر برآوردہ اور سب سے زیادہ بصحت معلوم کرنیوالا عضو ہاتھ ہے۔ چیزوں کو ابتک میں دیکھ رہا تھا اب جو ٹٹولا تو دیکھنے کی تصدیق عملی ہوئی۔ اس لئے اپنی محسوسات اب مجھے بیّن اور کامل معلوم ہونے لگیں۔ اب تک میں نے فقط اپنی آنکھوں اور خیال سے کام لیا اور فائدہ اُٹھایا لیکن ہاتھ سے جو فائدے اب حاصل ہوئے وُہ مسبوق الذکر مفاد سے کہیں زیادہ واقعی اور تحقیقی تھے۔ میں نے اپنی ناک ٹٹولی۔ سر کے پیچھے ہاتھ لے گیا۔ پسلیوں اور پشت پر ہاتھ پھیرا۔ تمام جسم کے روئیں روئیں کو چھوا اور ٹٹولا اور جانا کہ یہ اور کیا ہے۔ اُسوقت کی مسرت کا حال بیان نہیں ہو سکتا کیونکہ میں سمجھا کہ ہاتھ کی بدولت میرے غیر مشتبہ خیالات و معہود ذہنی سچائی اور حقیقت تک پہنچ رہے ہیں۔

مخص

(باقی آیندہ)

معرفت

رُوئے تو کس ندید و ہزارت رقیب ہست
در غنچہ ہنوز و صدت عندلیب ہست
حافظ

جہاں قادرِ مطلق اِس عالمِ فانی کو عدم سے وجود میں لایا وہاں اُس نے ایک ایسا قانونِ محکم تمام کائنات پر مسلّط کر دیا تاکہ نظامِ عالم میں ایک ذرہ بھر فرق نہ آوے۔ اور تمام تخلیق شدہ چیزوں میں سے ہر ایک کو ایسی خاص خاص صفتوں سے مختص کیا کہ جو اُنکے وجود سے نہ تو علیحدہ ہو سکتی ہیں اور نہ بلا اُنکے اُن کا وُہ وجود جنکے نام سے وُہ موسوم ہیں سمجھ میں آ سکتا یا قائم رہ سکتا ہے اور ان خصوصیات کی بنا پر ہر ایک میں بیّن فرق کر دیا گلاب ہی کے پھول کو لے لو کہ اس کی کتنی قسمیں ہیں مگر ہر ایک قسم کے پھول کو خداوند تعالےٰ نے ایسی خصوصیات سے مختص کر دیا ہے کہ جو ایک کے سوا دُوسرے میں قطعاً نہیں پائی جاتیں اور اُنہیں خصوصیات کی وجہ سے ایک قسم کے پھول میں اور دُوسری قسم کے پھولوں میں امتیاز پیدا ہوتا ہے اسی طرح جب انسان کو پیدا کیا تو اس میں اپنی اور مخلوق سے علیحدہ ایسی خصوصیات رکھیں کہ وُہ تمام مخلوقاتِ عالم سے اُن خصوصیات سے مختص ہونے کی وجہ سے امتیاز کیا جا سکے۔ ملائکہ کو جو آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہُوا تھا اور جس کے انکار پر معلم الملکوت پر عتابِ خداوندی نازل ہوا تھا وُہ اُنہیں خصوصیات کی وجہ سے ہُوا تھا جو اُس نے آدم میں اپنی تمام مخلوقات سے ممتاز کرنے کے لیے رکھی تھیں اور یہی وہ خصوصیات تھیں

کہ جن کی وجہ سے آدم نے تمام منصبات کا بوجھ اپنی گردن پر اُٹھا لیا جس کے اُٹھانے سے ملائکہ بھی عاجز تھے ۔ ع

آسمان بارِ امانت نہ توانست کشید
قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند حافظؔ

اور اس طرح اشرف المخلوقات کہلانے کا مستحق ہوا ۔ اب سوال یہ ہے کہ وُہ مابہ الامتیاز خصُوصیات کہ جنکی وجہ سے انسان اس بلند پایہ پر پہنچا کیا ہیں؟ عقل اور نُطق ہیں۔

جب آدم کو اس پہلی خطا کے جُرم میں بہشت سے خداوند تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا وعدہ لیکر نکالا اور اس قیدخانہ پُر از آفات و مشکلات میں بطور سزا کے بھیجا ۔ ع

من ملک بودم و فردوسِ بریں جائم بود
آدم آورد دریں دیرِ خراباتِ آبادم

تو اس قادرِ مطلق نے دو طرح کے قانون ان صفات کے کام میں لانے کے لئے بنی نوع انسان پر مسلّط کئے ۔ ایک تو اُن میں قانونِ دُنیوی ہے کہ جس کے نظامِ عالم چلتا ہے اور جو ہمارے جسم کی بقا کے لئے لازمی ہے ۔ اور دوسرا رُوحانی کہ جو ہماری رُوح کی اصلاح کے لئے بنایا گیا ہے تاکہ ہم اُس پر عمل کرنے سے مرنے کے بعد پھر اس دُنیا کی سیر اپنے اپنے درجہ کے مطابق کر سکیں کہ جہاں سے ہماری رُوح یہاں پاداش بھرنے کے لئے بھیجی گئی ہے۔

جسے تو زیست سمجھا ہے وُہ قیدِ بامشقت ہے
جسے تو موت سمجھا ہے وُہ مقصودِ مسلّم ہے

اور پھر اُس قادرِ مطلق کے جلوہ نور سے اپنے دلوں کو روشن کر سکیں کہ جس سے ہم محروم کر دیئے گئے ہیں۔

اس قانونِ رُوحانی کے دو حصّے ہیں:-

(۱) قانونِ ظاہری۔

(۲) قانونِ باطنی۔

قانونِ ظاہری وُہ حصّہ قانون ہے کہ جو بذریعۂ الہام کے ایک نبی کے ذریعہ خدائے مُطلق اپنے بندوں کے لئے بھیجتا ہے جو ہم کو ہمارے مذہبی و دنیوی فرائض ادا کرنے کے متعلق ہے۔ جس میں اِنسان کو اُن فرائض کے جو اُس پر اُس کے خالق کے ہیں اور جو خود اُس کے ہمجنسوں کے اُس پر ہیں۔ ادا کرنے کی تلقین کیجاتی ہے۔ جس میں دُنیوی مکروہات سے بچنے۔ اعلیٰ زندگی بسر کرنے اور راہِ راست پر چلنے کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور اُسی کو قانونِ شرع بھی کہتے ہیں۔ لیکن دُوسرا حصّہ قانونِ روحانی کا وہ حصّہ ہے کہ جس میں رُوح کی بذریعۂ الہامی قوانین کے تعلیم ہوتی ہے اور جس میں اس تعلق کی نسبت انسان کو تعلیم دیجاتی ہے۔ کہ جو رُوح کو اس عالمِ بالا سے ہے جہاں پر وُہ پھر لوٹ کر جانیوالی ہے اور جس کے ذریعہ سے رُوح باوجود جسم میں قید ہونے کے اُن اعلیٰ رُوحانی طبقات تک پہنچ سکتی ہے کہ جو اس کی اور عام بنی نوعِ انسان کی آنکھوں سے پوشیدہ ہیں۔ یا دُوسرے الفاظ میں یُوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ وُہ قانون ہے۔ جس کے ذریعہ ہم آئینہ دِل کو اس درجہ تک صاف کر سکتے ہیں کہ اُس پر اُن اعلیٰ رُوحانی طبقات کا کہ جو عوام کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں عکس پڑ سکتا ہے اور اس دُنیا کے بجائے دُوسرے عالم کی سیر۔ باوجود اس دُنیا میں ہونے کے۔ کر سکتے ہیں اسی

حصّہ قانون کو قانونِ معرفت یا تصوّف یا قانونِ باطنی کہتے ہیں۔ اور وں کو نظر انداز کر کے میں آخری قانونِ معرفت یا تصوّف کے متعلق کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔

یہ امر مسلم الثبوت ہی کہ معرفت انسان کی اعلیٰ رُوحانی معراج ہی۔ مگر یہ اعلیٰ معراج اُس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتی جب تک انسان درجہ بدرجہ اُس کو نہ حاصل کرے اور اس کے قانونِ مقررہ پر نہ چلے۔ سب سے پہلا دریا جو معرفت کے حاصل کرنے والے کو طے کرنا پڑتا ہے وُہ علمِ شریعت کا دریا ہے۔ اُسکو اوّلاً دریائے شریعت میں ایک عرصہ تک شناوری کرنا چاہئے اور اپنے دل و دماغ کو شریعت کی پاک تعلیم سے روشن کرنا چاہئے اسکو مذہب میں خوب واقفیت پیدا کرنا چاہئے تاکہ میدانِ معرفت میں اُسکے پیر کو لغزش نہ ہو۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ امر صاف طور پر ظاہر ہے کہ معرفت کے لئے اوّل اوّل شریعت کا اتباع ضروری ہی نہیں بلکہ لازمی ہی کیونکہ جن اعلیٰ اصفات کی ضرورت انسان کو میدانِ معرفت میں داخل ہونے کے لئے ہے وُہ کامل طور پر شریعت کے اتباع سے حاصل ہوتی ہیں۔ نماز ہی ایک ایسا کامل ذریعہ ہے کہ جو انسان کے اُن رُوحانی تعلقات کو جو رُوح کے اپنے خالق کے ساتھ ہیں زیادہ مضبوط و مستحکم کر دیتی ہے اور رُوح ذاتِ خداوندی سے زیادہ نزدیک ہوجاتی ہے۔

علاوہ اتباعِ شریعت کے اِنسان کو اُن اعلیٰ رُوحانی صفات محسوسات اور طاقتوں کو جو خداوند تعالےٰ نے انسان میں ودیعت کی ہیں ترقی دینا چاہئے یہانتک کہ اُن صفات کی شعاعیں اس سے نکل کر دُوسروں

پر پڑنے لگیں۔ خداوند تعالیٰ نے انسان میں دو طرح کی صفات ودیعت کی ہیں :-

(۱) صفاتِ جسمانی۔

(۲) صفاتِ روحانی۔

جس قدر ہم ان صفات میں اعلیٰ مدارج حاصل کرنیکی کوشش کرینگے اور جس قدر ہم کو اپنے اعلیٰ محسوسات اور قوتوں سے واقفیت ہوتی جائیگی اُسی قدر اعلیٰ کام ہم سے ظہور میں آوینگے (ہپناٹزم یا مسمریزم کوئی جادو یا عقل کے خلاف کام نہیں ہے۔ بلکہ انسانی قوتوں میں سے ایک اعلیٰ قوت ہے کہ جو خود اس کے جسم میں موجود تھی اور جس کے معلوم ہوجانے پر اس میں ترقی کرتے کرتے یہ کمال حاصل ہوگیا ہے کہ انسان اُس قوت کے ذریعہ اپنا اثر دوسرے پر ڈال سکتا ہے اور اپنے معمول کو جس طرح پر وہ چاہے چلا سکتا ہے اور نیز اس کا معمول اس امر کو محسوس کرتا ہے کہ عامل میں کوئی ایسی قوت موجود ہے جس کا اثر اس کے دل پر اور دماغ پر پڑکر اسکو اس کے حکم پر عمل کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اسی طرح انسان اگر اپنی روحانی صفات کو اس اعلیٰ کمال پر پہنچا دے کہ اس میں ایک ایسی قوت پیدا ہوجائے کہ جس کی وجہ سے وہ دوسروں پر حاوی ہوجائے اور اُن اعلیٰ روحانی طبقات کی جو عام بنی نوع انسان کی آنکھ سے اوجھل ہیں سیر کرسکے تو کچھ تعجبات سے نہیں۔ عام طور پر ایسی روایات کے بیان ہونے پر کہ فلاں فقیر شیر پر سوار تھا اور درندے اس کے اردگرد جمع تھے نئے تعلیم یافتوں کا ایک گروہ جو مذہب سے ناواقف ہے ایک مضحکہ آمیز قہقہہ لگاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہیں سمجھتے کہ جب انسان اپنی جسمانی قوتوں کو ترقی دیکر ایک دوسری

ذات پر اثر ڈال سکتا ہی۔ اور اُسکو جس طرح چاہے چلا سکتا ہی تو یہ کونسی بعید بات ہی کہ اگر وُہ اپنی رُوحانی صفات کو ترقی دیکر یہ کمال پہنچالے کہ وُہ غیر جنس پر یا اپنی ہی جنس پر اثر ڈال سکے اور اُسکو اپنی رُوحانی شعاع کے ذریعہ جو اس سے نکلتی ہیں دُوسروں کو مطیع کرلے۔

مگر صرف اس صفت ہی کا پیدا کر لینا معرفت کا حاصل کر لینا نہیں ہی کیونکہ اگر انسان ایسی اعلیٰ رُوحانی صفات پیدا بھی کرلے تو وُہ اس اصلی مقصود کو نہیں پہنچ سکتا جو معرفت کا یا تصوف کا منشا ہے یعنی باوجود اس دُنیا میں رہنے کے اُن اعلیٰ رُوحانی طبقات میں داخل ہونا جو عام لوگوں کی نگاہ سے پوشیدہ ہیں اور خُدا کے پاک نُور سے روشنی حاصل کرنا۔ بلکہ وُہ جو صرف انہی صفات کے حاصل کرنے کو مقصود اصلی سمجھتا ہے وُہ غلط راستہ پر جا رہا ہے۔

مگر یہ صفات اُسی وقت حاصل ہو سکتی ہیں جبکہ انسان اپنے دِل و دماغ کی اصلاح کرلے اور اپنی توجہ اور خیالات کو یکجا مجتمع کر سکے۔ خداوند تعالیٰ نے دماغ سوچنے اور تخیل کرنے کے لئے عطا کیا ہے اور ہر وقت انسان کے دماغ میں کچھ نہ کچھ خیالات ضرور ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ امر تو ناممکن ہے کہ انسان ایسی عادت ڈالے کہ اُس کے دماغ میں کوئی خیال آنے ہی نہ پائے تاہم یہ ضرور کر سکتا ہے کہ وُہ اپنے دماغ میں فاسد خیالات کو راہ نہ دے اور عُمدہ خیالات وجذبات کو ان کا قائم مقام بنائے:۔

انسان کی حالت تین درجوں میں تقسیم کی گئی ہے:۔

(۱) طبیعی
(۲) اخلاقی
(۳) رُوحانی

طبعی حالت انسان کی وُہ حالت ہے کہ جو اسکی قدیمی یا وحشیانہ حالت ہے۔
اخلاقی حالت وُہ ہے کہ جب اُس نے عقل وشعور سے کام لیا اور اپنی عاداتِ مذمومہ کو چھوڑ کر عمدہ طریقے اختیار کئے۔
رُوحانی حالت وُہ ہے کہ جب اُس نے اخلاقی صفات کے اعلیٰ مدارج حاصل کرنے کے بعد روحی صفات میں ترقی کی اور رُوحی صفات کو اعلیٰ مدارج تک پہنچا دیا۔ اسی طرح دماغ کی بھی تین حالتیں ہیں۔ پہلی حالت میں اس میں بُرے اور بھلے سب ہی طرح کے خیالات آتے ہیں۔ دُوسری حالت میں اُس میں صرف اچھے خیالات کا گذر ہوتا ہے۔ تیسری حالت میں جن خیالات کا گذر دماغ میں ہوتا ہے وُہ خیالات دُنیوی مطالب سے گذر کر رُوحانی مطالب میں پہنچ جاتے ہیں۔

برگِ درختانِ سبز در نظرِ ہوشیار
ہر ورق دفتریست معرفتِ کردگار

چونکہ رُوحانی حالت اخلاقی حالت ہی کا اعلیٰ درجہ ہے اور اخلاقی حالت ہی سے ترقی کر کے انسان رُوحانی حالت میں پہنچتا ہے اس لئے رُوحانی حالت میں ترقی کرنے کے لئے سب سے پہلے اخلاقی صفات میں کوشش کر کے کمال پہنچانا چاہئے۔ مثلاً :۔
صفائی قلب۔ راستبازی۔ ہمدردی۔ صبر۔ یکجہتی۔ تحمل۔
جب ایک شخص ان مرحلوں کو طے کر چکے اُس وقت وُہ تصوف یا معرفت کے میدان میں قدم رکھنے کے قابل ہو سکتا ہے۔
ذوالنون مصریؒ نے تصوّف کو سات درجوں میں تقسیم کیا ہے :۔
(۱) طلب۔

(۲) عشق۔

(۳) معرفت۔

(۴) استغنا۔

(۵) توحید۔

(۶) حیرت۔

(۷) فنا۔

طلب وہ وادی ہے کہ جس میں انسان کو ہزارہا تکالیف اور پریشانیاں اور مصیبتیں برداشت کرنا ہوتی ہیں اور وہ بیم و رجا کی حالت میں ہوتا ہے اس میں نہایت صبر و استقلال سے کام لینا پڑتا ہے اور خداوند تعالیٰ کی رضا پر اپنے آپ کو چھوڑ دینا پڑتا ہے۔ اور تزکیۂ نفس کی کوشش کی جاتی ہے۔

گر لطف کنی بجائے آنیم ۔۔۔ ور جور کنی سزائے آنیم
جز نقش تو نیست در ضمیرم ۔۔۔ جز نام تو نیست بر زبانم

اس مرحلہ کو طے کر کے وہ میدانِ عشق میں قدم رکھتا ہے اور عشقِ الٰہی میں ایسا محو ہو جاتا ہے کہ وہ دنیا کی ہر ایک چیز کو بھلا دیتا ہے اور ہر چیز سے اسے اسی کے عشق کی صدائیں آنے لگتی ہیں۔

ہر دل کہ در ہوائے جمالش مجال یافت ۔۔۔ عنقائے ہمتش دو جہاں زیر بال یافت
ہر جاں کہ با بلائے ولائش گرفت انس ۔۔۔ از نعمت و نعیمِ دو عالم ملال یافت

اس کے بعد وہ وادیِ معرفت میں داخل ہوتا ہے۔

جب وہ معرفت سے گذر جاتا ہے تو وہ استغنا کے درجہ پر پہنچتا ہے۔ اس میں وہ دنیا کی ہر ایک چیز کو بے ثبات اور عکس سمجھنے لگتا ہے اور اسکی

روح کا وہ تعلق جو خدا کی ذات سے ہے اور نزدیک ہو جاتا ہے۔ ؎

در پسِ آئنہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ استادِ ازل گفت ہماں میگویم حافظؔ

زاں بعد وہ **توحید** کے درجہ میں پہنچ جاتا ہے اور یہاں خدا کا جلوہ اسکو نظر آتا ہے اور جس طرح کہ سورج کی شعاعیں دنیا کے ہر حصّہ پر پڑتی ہیں اسی طرح اُس کے نور کی شعاعیں ہر ذرّہ پر پڑتی ہوئی نظر آتی ہیں اور تمام عالم میں اُس کو اُسی کے نور کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔

اس کے بعد وہ درجہ **حیرت** میں داخل ہوتا ہے اور یہاں اُس پر عجیب عجیب راز عیاں ہوتے ہیں اور وہ مصنوعی پردہ جو اُسکی آنکھوں پر پڑا ہوا تھا اُٹھ جاتا ہے اور وہ بالکل دریائے حیرت و استعجاب میں غرق ہو جاتا ہے۔

ان مدارج کو طے کر کے وہ آخری درجہ **فنا** میں پہنچ جاتا ہے۔ اصلیّت اُس پر کھل جاتی ہے اور اس لئے اپنے وجود کو اور کل کائنات کے وجود کو وہ بالکل بھول جاتا ہے اور جس طرح ایک قطرہ کا وجود دریا میں معدوم ہو جاتا ہے اسی طرح اُس کا وجود بھی ذاتِ خدا میں بالکل معدوم ہو جاتا ہے

چو مردِ رہرو اندر راہِ حق ثابت قدم گردد
وجود غیر حق در چشمِ توحیدش عدم گردد

بدر الدین سیوہاری

کیلی بارا

کھیت کی سیر اور کیلی بارا کی لہر

منگسر یعنی نومبر کا مہینہ ہے مرچوں کا کھیت کھڑا لہرا رہا ہے کسانیاں کھیت نلاتی اور اڑاٹا[51] اکھاڑ اکھاڑ کر پھینکتی جاتی ہیں۔ کسان پانی بلا[52] رہا ہے۔ چھوٹے چھوٹے پودوں میں ہری ہری مرچیں سبز آویزوں کی طرح لٹک رہی ہیں۔ کسی درخت میں زرد ہو گئی ہیں۔ کسی میں آدھی زرد آدھی سرخ ہیں۔ کسی میں کچھ سبز اور کچھ سرخ۔ کسی میں تینوں رنگ کی بہار دکھا رہی ہیں۔

مرچوں کے پیڑ رنگ برنگ کے بندے کانوں میں ڈالے۔ پتوں کا سہرہ باندھے۔ دولہا بنے طرّہ لٹکائے کھڑے ہیں۔ یا یوں کہو کہ کھیت کے اسٹیج پر بوٹا سا قد لیے ایکٹر طرح طرح کے زیور پہنے تماشائے قدرت دکھا رہے ہیں۔

سامنے ایک دولا وا[53] کنواں چل رہا ہے۔ دو باریے کھڑے بارہ لے رہے ہیں۔ دو نو گلیٹے[54] لاو پر بیٹھے ہوئے۔ میڑے پر بیلوں کی دُم پکڑے اپنی اپنی جوٹوں کو ہانکے جلدی جلدی اُڑکتے جا رہے ہیں۔ جہاں میڑے کی اخیر حد یعنی گون پر پہنچے اور انہوں نے اچھلکر ایک جھکولا دیا

۵۱ آڑاٹا۔ سبزہ بیگانہ۔ ۵۲ بلانا۔ پانی دینا۔ پانی پھیرنا۔ اینچنا۔ ۵۳ باریا۔ چرس ڈالنے والا۔ ۵۴ بارچہ کے سامنے کی ڈھلوان سطح ۱۲

ہچکولے کے دیتے ہی چرس پارچہ کے کنارے پر آگیا۔ بارے نے جھٹ چرس اپنی طرف کھینچ اُس کا پانی لنڈھا دیا۔ اگر پہلے ہچکولے میں چرس پارچہ[۵۱] کے برابر نہ آیا تو بارے نے پکار کر کہا۔ جھولا[۵۲]۔ اس پر کیلیے نے دوبارہ اُچک کر ہچکولا دیا۔ اور چرس اپنے موقع پر آگیا۔ اس کے بعد پھر چرس کوئیں میں ڈالدیا۔ لاؤ کا رسا سرسرکرتا ہوا دھامن سانپ کی طرح دوڑا چلا آیا۔ اگر کوئی بچہ لپیٹ میں آگیا۔ تو وہ بھی دھڑام سے کوئیں میں جاگرا۔ چاک[۵۳] نے ایک دفعہ ہی چکر کھا کر تحت الثرے کو پہنچا دیا۔ کیلیا[۵۴]۔ بار یا دوڑ پڑے۔ کوئی کوئیں میں رسا پکڑ کر اُتر گیا۔ کوئی یونہی کود پڑا۔ بچہ جیتا رہا تو جیتے کو۔ اور جو مرگیا تو اُس کی لاش کو نکال لائے۔

غرض کنواں چل رہا ہے۔ دونوں طرف کے بارہ لینے والوں میں بحث ہو رہی ہے۔ ہر ایک بارہ لاسو لال۔ رام منا ہو لال ہے یا کیلیا میرے بھائی بارا لایو رے۔ رام منا یو رے۔ خوش آیند لہجہ میں سُریلی آواز سے گہک گہک کر الاپ رہا ہے۔ چنانچہ ہم پہلے بجنسہٖ اُس موقع کا سماں باندھتے ہیں۔ اس کے بعد ان دوہوں اور لفظوں کا عام فہم زبان میں مطلب بیان کر دینگے۔ یہ دوہے گو انکی سمجھ کے موافق جواب و سوال ہیں۔ مگر کہیں ٹھیک ہیں کہیں نہیں۔

---

[۵۱] کنوئیں کا دہانہ جہاں پانی گرایا جاتا ہے [۵۲] جھولا۔ یعنی ہچکولا جو چرس کو اُبھار کر اوپر لانے کے واسطے کیلئے سے دلوایا جاتا ہے۔ مجازاً کوئیں کی معمولی صدا کا انترہ [۵۳] چاک گھرنی یا چوبی چکر جسکے اوپر لاؤ کا رسا رہتا ہے [۵۴] کیلی وہ کھونٹی جو لاؤ کی پوچھڑی اور جوئے کی حلقہ دار رسی میں لگا کر دونوں کو ملا دیتی ہے۔ بارا مجازاً چرس کا باری باری سے آنا جانا یعنی کنواں چلانیکا فعل اور نیز اس وقت کے بول کی صدا۔

کیلی بارا

ٹ۱ بارالائیو لال - رام منائیو لال

جھولا

ٹ۲ مالی آیا باگ میں کلین کری بگار کھلی کھلی سب بین لئیں کال ہماری بار

کیلیا میرے بھائی بارالائیورے - رام منائیورے

جھولا

ٹ۳ تُلسی برواباگ کے سینچت ہی کمُلائیں رام بھروسے جو رہیں پربت پر ہریائیں

بارالائیو لال رام منائیو لال

جھولا

ٹ۴ ماٹی کہے کمہار سے تو مت روندی موئے ایک دن ایسا آئیگا میں روندونگی توئے

کیلیا میرے بھائی بارالائیورے - رام منائیورے

جھولا

ٹ۵ ماٹی میں ماٹی ملی اور پون میں پون میں یُوں پوچھوں میرے بیرا دونوں میں کون

بارالائیو لال - رام منائیو لال

جھولا

ٹ۶ چلتی چاکی دیکھ کے دیا کبیرا روئے دو پاٹن بیچ آئے کے ثابت گیا نہ کوئی

کیلیا میرے بھائی بارالائیورے - رام منائیورے

جھولا

ٹ۷ چاکی چاکی سب کہیں مانی کہے نہ کوئے مانی سے جولاگ رہا بال نہ بیکا ہوئے

بارالائیو لال - رام منائیو لال

جھولا

۸ تن اُوجرا من کالا بگلے کا سا بھیک — تو سے تو کاگا بھلا باہر بھیتر ایک

کیلیا میرے بھائی بارا لائیو رے۔ رام منائیو رے

جھولا

۹ تُلسی اپنے رام کو ریجھ بھجو کے کھیجھ — بھوم پڑے سب اُبجیں گے اُلٹے سیدھے بیج

بارا لائیو لال ۔ رام منائیو لال

جھولا

۱۰ بکری جو مَیں مَیں کرے گلے چھری پھروائے — مینا۔ جو مَیں نا کہے سب کے من کو بھائے

کیلیا میرے بھائی بارا لائیو رے۔ رام منائیو رے

جھولا

۱۱ تُلسی آہ گریب کی ہر سے سہی نہ جائے — مُوئے چام کی پھونک سے لوہ بھسم ہو جائے

بارا لائیو لال ۔ رام منائیو لال

جھُولا

۱۲ چکوا چکوی دو جنے ان مت مارو کوئے — یہ مارے کرتار کے رین بچھویا ہوئے

کیلیا میرے بھائی بارا لائیو رے۔ رام منائیو رے

بھولا

۱۳ ساجن تو مت جائیو توے بچھڑت موہے چین — واجے بن کی لاکڑی سلگت ہوں دن رین

بارا لائیو لال ۔ رام منائیو لال

جھولا

۱۴ ہاتھ چھڑائے جات ہو نبل جان کے موئے — ہردے میں سے جائے گو تو مرد بدونگی توئے

کیلیا میرے بھائی بارا ئیو رے۔ رام منائیو رے

جھولا

۱۵ آ پیارے نینیں بیچ میں پلک ڈھانپ توہے لوں
نا میں دیکھوں اور کو نا توہے دیکھن دوں
بارا لائیو لال ۔ رام منائیو لال

جھولا

۱۶ آنکھ ناک مکھ موند کے نام نرنجن لے
بھیتر کے پٹ جب کھلیں جب باہر کے پٹ دے
کیلیا میرے بھائی بارا لائیو رے ۔ رام منائیو رے

جھولا

۱۷ سُن رے پپیہا کل ہرے آدھی رین کوک
میں ہاری کرتار کی اٹھے کلیجے ہوک
بارا لائیو لال ۔ رام منائیو لال

جھولا

۱۸ ہوں سجن جانت ناہیں پیا بچھڑن کی سار
جیا بچھڑن سے ہو کٹھن پیا بچھڑن کی مار
کیلیا میرے بھائی یارا لائیو رے ۔ رام منائیو رے

جھولا

۱۹ کاگا سب تن کھائیو اور چن چن کھائیو ماس
دو نیناں مت کھائیو ہے پیا ملن کی آس
بارا لائیو لال ۔ رام منائیو لال

جھولا

مطلب اشعار

۱ اے پیارے کیلئے جرس کو کھینچ کر لا ۔ اپنے خدا کو اس کا نام لیکر منا اور جھولا دیکر کیلی کھولدے ۔

۲ جب باغبان باغ میں آیا تو کلیوں نے باہم فریاد کی اور کہا کہ دیکھو کھلے کھلے سب

پھول چُن لئے کل ہمارے واسطے بھی یہی دن دھرا ہے۔

۵۳ تُلسی داس ہندی شاعر کہتا ہے کہ باغ کے درخت پانی دینے پر بھی اکثر کملا جاتے ہیں مگر خدا کی قدرت دیکھو جو اس کے بھروسے پر رہتے ہیں وہ سوکھے پہاڑوں پر بھی لہلہاتے ہُوئے اور سرسبز نظر آتے ہیں۔

۵۴ جس وقت کمہار برتن بنانے کے واسطے مٹی کو گوندھتا اور پیروں سے روندتا ہے تو مٹی کہتی ہے اے بیدرد کمہار تو مجھے پامال مت کر۔ ایک دن ایسا ہوگا کہ میں بھی تیرا یہی حال کرونگی یعنی آخر کار مر کر تو مجھ میں ہی دفن ہوگا۔

۵۵ جب آدمی مرا تو مٹی میں مٹی مل گئی اور ہوا میں ہوا۔ اے بھائی میں تجھ سے پُوچھتا ہوں۔ اس حالت میں دونوں میں سے کون مُوا۔

۵۶ کبیر داس چلتی ہُوئی چکی دیکھ کر رو دیا اور کہا کہ سچ ہے کہ آسمان زمین کے دو پاٹوں میں آکر کوئی صحیح سلامت اور قائم نہ رہا کلُّ نفسٍ ذائقة الموت۔

۵۷ چکی چکی تو سب کہتے ہیں مانی کا کوئی نام نہیں لیتا۔ حالانکہ جو دانہ مانی یعنی اصل کے قریب ہوتا ہے اور فروعات سے دُور۔ اُسے کچھ آنچ نہیں پہنچتی۔ یعنی جسے قربِ الٰہی حاصل ہے اُسے کیا اندیشہ ہے۔

۵۸ اے مکار اور کپٹی آدمی گو باہر تو گورا چٹا یعنی بگلے کا سا بھیس بھرے ہُوئے ہے مگر تجھ سے کالا کوا لاکھ درجہ بہتر ہے کہ جیسا باہر سے کالا ہے ویسا ہی اندر سے۔ یعنی اس کا ظاہر و باطن یکساں ہے۔

۵۹ تُلسی اپنے خدا کی خوشی خوشی بندگی کرو خواہ بیدلی اور عدم توجہی سے کسی طرح بھی نقصان نہیں۔ کیونکہ زمین میں اُلٹے بیج گریں خواہ سیدھے سب ہی اُگ آتے ہیں۔ یہی خدا کی عبادت کا حال ہے بے دلی سے ہو خواہ خوش دلی سے اکارت نہیں جاتی۔

۱۰ بکری چونکہ مَیں مَیں کرکے انانیت ظاہر کرتی ہے۔ اس وجہ سے اُس کے گلے پر چھُری پھیری جاتی ہے اور مینا چونکہ اپنے تئیں معدومیّت سے تعبیر کرتی ہے وُہ سب کو پیاری لگتی ہے۔

۱۱ تلسی غریب کی آہ خدا سے بھی نہیں سہی جاتی یعنی وہ بیکس کی تکلیف نہیں دیکھ سکتا اِس کی مثال ایسی ہے جیسی بیجان دھونکنی یعنی مُردہ کھال سخت لوہے کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اسی طرح غریب کی آہ اپنا بہت بڑا اثر دکھاتی اور عالم کو تباہ کر دیتی ہے۔

۱۲ سرخاب نر اور اسکی مادہ دو جیسے یعنی دو متنفّس ہیں انہیں کوئی نہ مارے کیونکہ یہ خود خدا کے مارے ہوتے ہیں کہ رات بھر ایک دوسرے سے جدا رہتے ہیں۔ چکوا چکوی کی نسبت مشہور ہے کہ دن بھر ساتھ پھرتے ہیں مگر رات کو ایک دریا کے اِس پار دوسرا اُس پار جا بیٹھتا ہے۔ ایک جگہ امیر خسرو نے بھی اس کا بیان کیا ہے۔

۱۳ میرے پیا تم یہ مت جاننا کہ تمہاری جُدائی میں مجھے چین ہے۔ بلکہ یہ سمجھنا کہ ہرے بن کی لکڑی کی طرح رات دِن سُلگ سُلگ کر جل رہی ہوں اگر ایک دفعہ ہی جل جاتی تو دُکھ نہ ہوتا۔

۱۴ مجھے کمزور سمجھکر ہاتھ تو چھڑا چلے۔ مگر مرد جب جانونگی کہ میرے دل میں سے بھی اسی طرح چلے جاؤگے۔

۱۵ میرے پیارے میری آنکھوں میں آجا تاکہ میں تجھے پلکوں میں چھپا لوں۔ نہ تو میں ہی دُوسرے کو دیکھوں اور نہ تجھی کو دیکھنے دوں۔

۱۶ آنکھ ناک اور مُنہ بند کرکے خدا کا نام لے۔ کیونکہ باطن کے دروازے اُسی وقت کھلتے ہیں جب آدمی باہر کے دروازے بند کر لیتا ہے۔ یعنی تاوقتیکہ حواس ظاہر کو معطّل کرکے حواس باطن سے کام نہ لوگے۔ نور الٰہی کے جلوہ سے متجلّی نہ ہوگے۔

۱۷ اے موئے کلمُسرے پپیہا میری سُن کہ آدھی رات کو بول کر پیا کی یاد مت دلا۔

مجھے خدا نے خود ہی اسکی جدائی کا وُہ صدمہ دے رکھا ہے کہ کلیجے میں ہوک اُٹھ رہی ہے یعنی دردِ جگر ہو رہا ہے۔

شلوک ۱۸ اے سورمی مجھے ابھی تک اپنے پیا کے بچھڑنے کی حقیقت معلوم نہیں ہو کیونکہ تو میرے پاس موجود ہے مگر اتنا ضرور جانتی ہُوں کہ رُوح کی مُفارقت سے خاوند کی مفارقت کا وقت نہایت سخت اور سوہانِ رُوح ہے۔

شلوک ۱۹ اے کوئے میرا سارا جسم کھالیجیو اور بوٹی بوٹی نکل جائیو۔ مگر دونوں آنکھیں مت کھائیو جن سے پیا کے ملنے کی امید ہے۔ کیونکہ کہیں اس کے دیدار سے محروم نہ رہوں ٭

سیّد احمد مُصنف فرہنگ آصفیہ

مولوی سید احمد صاحب دہلوی جن کی تصویر اس مہینے کے رسالے کے ساتھ شایع ہوتی ہے اُن چند صاحبان میں سے ہیں جنہوں نے مدت العمر زبان اُردو کی خدمت میں صرف کی ہے۔ مختلف اخبارات اور رسالوں میں جو مضامین آپنے وقتاً فوقتاً لکھے ہیں۔ اگر انہیں جمع کیا جائے تو ایک بڑی جلد تیار ہو سکتی ہے۔ مستورات کی زبان لکھنے میں انہیں مشق خاص ہے۔ اور ان کی کئی کتابیں طبقۂ نسواں میں مقبول ہیں۔ حال میں انہوں نے رسوم دہلی لکھکر علاوہ زباندانی کے رسوم قدیمہ کے متعلق اپنی وسیع معلومات کا ثبوت دیا ہے اور ابھی ایک معقول ذخیرہ ایسی معلومات کا اُن کے پاس موجود ہے۔ ایک زمانے میں مولوی صاحب نے ایک اخبار بنام اخبار النسا نکالا تھا اور تعلیم نسوان کی خدمت ایسے وقت میں کی تھی۔ جب عام طور پر اس ضروری مقصد کیطرف لوگ مائل نہ تھے۔ لیکن ان سب خدمات سے بڑھکر ملک قوم و زبان کی وہ قابل قدر خدمت ہے جو فرہنگ آصفیہ کی اشاعت ہوئی ہے۔ مولوی صاحب کا یہ کارنامہ اردو زبان کی تاریخ میں یادگار رہیگا۔ اس لئے مولوی صاحب کے بعض احباب انہیں ہندوستان کا ڈاکٹر جانسن کہتے ہیں۔ اور یہ عجیب بات ہے کہ بعض باتوں میں مولوی صاحب کی تصویر انگلستان کے اس مشہور مصنف لغات سے مشابہ ہے ٭

کثرتِ غم

سر ولیم ٹمپل جو انگلستان کے سترھویں صدی کے مشہور مضمون نگاروں میں تھے - انکی ایک مرتبہ لیڈی پرسی کی بڑی دختر بقضائے الٰہی فوت ہوگئی - اس پر لیڈی پرسی نے اس قدر غم کیا کہ انکی صحت میں فرق آگیا سر ولیم ٹمپل نے لیڈی موصوف کو ذیل کے مضمون میں جو خط کی صورت میں ہے صبر کی تلقین کی ہے - یہ مضمون سر ولیم ٹمپل کے دیگر منتخب مضامین کے ساتھ شائع ہوچکا ہے - چند تمہیدی فقرات چھوڑ کر باقی کا ترجمہ ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے -

ع - ح

(۱) سب مذاہب کا اس پر کلی اتفاق ہے کہ خداوند جل وعلا ہم سے بحیثیت اپنے مخلوق کے اُمید کرتا ہے کہ ہم تمام حالات اور معاملات میں اس کی رضا پر راضی رہیں - جہاں تک میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت انسان کی کوئی عادت خداوند کریم کو کمالِ اطاعت و انقیاد سے زیادہ پسند نہیں ہے - اور یہی عادت ہماری شان کے شایان ہے - جو عطیہ وہ ہمیں عطا فرمائے - اس پر ہمیں اس کا شکر گذار ہونا چاہیئے اور جو نعمت وہ ہم سے سلب کرے اس پر ہمیں قانع رہنا چاہیئے - اسی طرح ہم خداوند تعالےٰ کی پوری عزت کر سکتے ہیں اور اسی میں ہماری اصلی راحت واطمینانِ قلب کا بھید مخفی ہے - اگر خداوند کریم کو ہم اپنا خالق سمجھتے ہیں تو ہمیں کوئی حق حاصل نہیں کہ اس کے حکم میں چون وچرا کریں - ہمیں اس پر پورا اعتماد کرنا چاہیئے اور ہمیشہ یہ خیال کرنا چاہیئے کہ اس کا جو کام ہے

ہمارے فائدہ کے واسطے ہے اور اگرچہ بعض کام ہماری نظروں میں ایسے معلوم ہوتے ہیں کہ جو ہمارے فائدہ کے لئے نہیں ہیں مگر اُن میں کوئی نہ کوئی حکمت پنہاں ہوتی ہے (فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ) جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ایسے حالات میں ناشکری کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ بڑبڑانے سے کوئی تکلیف رفع نہیں ہو سکتی۔

(۲) اس طرح غم میں گھل گھل کر اپنے آپ کو تباہ کرنا آپ کو زیبا نہیں۔ کسی صدمہ کے پہنچنے کے وقت اظہارِ خیالاتِ غم (خواہ کس قدر پرجوش ہو) قابلِ معافی تصوّر ہو سکتا ہے۔ مگر ایسے سلسلۂ خیالات میں مسلسل طور پر مستغرق رہنا کسی طرح مناسب خیال نہیں کیا جا سکتا۔ میری مربیہ! اس دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بہمہ وجوہ اچھی اور مکمل ہو۔ جن اشیا پر ان الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے وُہ اپنے قسم کی دُوسری چیزوں سے نسبتاً اچھی ہوتی ہیں مثلاً ہم اس آدمی کو اچھا کہینگے جو اپنے ہمجنسوں سے مقابلتاً اچھا ہو یا جسمیں حسنات سیّئات سے زیادہ ہوں۔ اسی طرح اس شخص کو خوشحال کہا جاتا ہے جسکے آسائش کے سامان اسکو تفکر میں ڈالنے والے اسباب سے زیادہ ہوں اس معیار کو مدّنظر رکھ کر اگر آپکی حالت کا موازنہ کیا جائے تو اس میں ذرا شک نہیں کہ آپ کو شکایت کی کوئی وجہ نہیں اور بجائے شکوہ کرنے کے آپ کو شکر گذار ہونا چاہیے۔ اس دنیا میں حسب نسب۔ صحت۔ خوبصورتی۔ اولاد عزت و ثروت خداوند کریم کے بڑے بڑے عطیات تصوّر کیے جاتے ہیں ذرا اپنے دل میں غور فرمائیے کہ خداوند کریم نے آپ کو ان عطیات سے کیسا وافر حصہ دیا ہے اگر آپ اپنے گردوپیش نظر غور سے دیکھیں اور اپنی حالت کا دُوسروں کی حالت سے مقابلہ کریں۔ اگر آپ یہ خیال کریں کہ کتنے تھوڑے

آدمی ہیں جنکو معزز خاندان میں پیدا ہونیکا افتخار حاصل ہی۔ کتنے ایسے ہیں جو بلا اولاد گمنامی میں اس دُنیا سے گذر جاتے ہیں۔ کتنے کم دوست صادق اس دنیا میں ملتے ہیں۔ کس قدر افلاس اور بیماریاں دُنیا میں موجود ہیں تو مَیں یقین کرتا ہوں کہ بجائے ایک معمولی صدمہ پر افسوس کرینکے آپ شکر بجا لائینگے کہ خداوند تعالی نے آپ کو اپنی کسی نعمت سے محروم نہیں رکھا۔

(۳) آپ کے سامنے یہ بیان کرنا کہ آپ کس رُتبہ وجاہ وجلال کے مالک ہیں اور دنیا میں کون کون سی نعمتیں آپکو خداوند کریم نے عطا کی ہیں تملق سمجھا جائیگا۔ مگر مَیں اتنا ضرور کہونگا کہ ہم آپکی حالت کو واقعی قابل افسوس و ترحم تصوّر کرینگے اگر آپ ہمیں یہ بتادیں کہ وُہ کون لوگ ہیں جنکی حالت بحیثیت مجموعی آپ قابل رشک خیال کرسکتے ہیں۔ اگر میرا ایک ایسا آقا ہو جو مجھے تمام بن مانگی چیزیں عنایت کرے مگر ان میں سے ایک کو واپس لے۔ بدیں خیال کہ مَیں نے اس کا اچھا استعمال نہیں کیا یا اس وجہ سے کہ مَیں اسکی محبت میں ایسا منہمک ہو گیا کہ مَیں اپنے دیگر فرائض دینی و دُنیوی سے غافل ہو گیا یا اس خیال سے کہ وُہ (یعنی میرا آقا) اپنی قدرت و جبریت دکھانا چاہتا ہے تو کیا آپ خیال کرینگے کہ یہ واجب ہوگا کہ مَیں اپنے آقا کے جابرانہ سلوک کی شکایت کروں اور ہمیشہ اس چیز کو یاد رکھوں جو مجھ سے واپس لے لی گئی اور ان تمام کو بھول جاؤں جو میرے قبضہ میں ہیں۔

(۴) یہ سچ ہے کہ آپ کی نور دیدہ اس جہان فانی سے گذر گئی ہے اور آپکی تمام اُمیدیں جو اس کی ذات سے وابستہ تھیں خاک میں مل گئی ہیں مگر آپ کی دُوسری لخت جگر زندہ ہے اور اُمید ہے کہ خدا اس کی

عمر میں برکت دیگا۔ ابھی آپ کو اور بہت سی اولاد کی اُمید ہے۔ آپ کے شوہر بڑے رُتبہ کے آدمی ہیں اور علاوہ امیر الامرا ہونے کے نیکنام ہیں۔ آپ کی صحت اور آپ کی خوبصورتی ابھی تک آپ کے قبضہ میں ہیں اگر آپ نے انکو اپنے ہاتھوں ضایع نہیں کیا۔ آپ کے احباب آپ سے کمال ہمدردی اور محبّت رکھتے ہیں۔ اور آپ کی سچی عزت اُنکے دل میں ہے۔ جن جن سے آپ کی شناسائی ہی وہ سب آپکی عزت اور احترام کرتے ہیں اور ان سب کو اس بات کا سخت رنج ہے کہ آپ دُنیا ومافیہا کے علاوہ قادرِ مطلق سے بھی ناراض معلوم ہوتی ہیں۔

(۵) شاید آپ یہ کہیں کہ جو ایک نعمت آپ سے چھین لی گئی آپ کو اِس سے ایسا شغف تھا کہ آپ اس کے بغیر اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتیں مگر آپ کا یہ فعل کسی طرح نظرِ استحسان سے نہیں دیکھا جاسکتا اور قصور کی حد تک پہنچتا ہے۔ خداوند کریم نے دُنیا کی تمام نعمتیں آپ کو عطا کیں مگر آپ نے اس میں سے ایک سے ایسا دِل لگایا کہ دوسری نعمتوں کو یا تو بھلا دیا اور یا انکو ہیچ سمجھا۔ کیا یہ کفرانِ نعمت نہیں؟ کیا اس کو دُنیا ومافیہا کی حقارت سے تعبیر نہ کیا جائے؟ کیا یہ اس امر کا اعلان نہیں ہے کہ چونکہ خداوند تعالیٰ نے ایک چیز آپ سے لے لی ہی۔ آپ اس کا کسی دُوسری چیز کے واسطے شکریہ ادا کرنا نہیں چاہتے؟ کیا یہ اس بات کے کہنے کے برابر نہیں کہ چونکہ دُنیا میں وہ ایک چیز نہیں دُنیا میں اب کوئی ایسی چیز ہی نہیں رہی جو آپ کی دلبستگی اور محبّت کی مستحق ہو؟ میرا ایک دوست میری دعوت کرتا ہے اور تمام ایسے کھانے میرے سامنے لاکر رکھتا ہی جن کا مہیا کرنا اسکے امکان میں تھا مگر میں ایک خاص کھانے کو مرغوب

سمجھتا ہوں اور اگر اتفاق سے وہ پلیٹ ضائع ہو جاتی ہے جس میں وہ کھانا پڑا تھا تو میں سب کھانوں کو نظرِ حقارت سے دیکھنے لگتا ہوں اور اگرچہ میرا دوست اسی قسم کی دوسری پلیٹ منگوانے کو تیار ہے مگر میں میز سے غصہ میں اُٹھ بیٹھتا ہوں اور کہتا ہوں کہ وہ میرا دوست نہیں بلکہ دشمن ہے۔ میری مربیہ! کیا میری یہ کارروائی معقول سمجھی جائیگی یا یہ زیبا ہوگا کہ جو کھانا میرے سامنے پڑا ہے میں اسے کھاؤں اور جو ضائع ہو گیا ہے اُس کا خیال دل سے بھلاؤں۔

(۶) مذہب عیسوی کے کل احکام و مسائل ہمیں سکھاتے ہیں کہ ہمیں اپنے کل جذبات کو حدِ اعتدال سے تجاوز نہ کرنے دینا چاہیئے۔ خداوند کریم ہمیں جو چیز عنایت کرے اُس پر شاکر اور مصیبت کے وقت صابر رہنا چاہیئے آپ کا شغف اور عشق شاید خداوند کریم کو پہلے ایسا ہی ناگوار گذرا ہو۔ جیسا اب آپ کا غم و یاس اور آپ کو جو صدمہ پہنچا ہے وہ اسی کی سزا ہو کہ آپ نے اس نعمت کو درست طریقہ پر استعمال نہیں کیا۔ جو مصیبت ہم پر نازل ہو اسکو اپنا کیفر کردار سمجھنا چاہیئے اور خداوند کریم کی بے انصافی کا خیال تک دل میں نہ لانا چاہیئے۔ ہمیں یہی شایان ہے کہ اسکے احکام و فرامین کو بہ مقتضائے تمام مبنی بر انصاف تصور کریں اور اُنکی وجوہ دریافت کرنے کی کوشش نہ کریں۔ کیونکہ کمال انقیاد اور اطاعت کا رشتہ ہی خالق و مخلوق میں بہترین رشتہ ہے۔ اسکی قضا پر راضی رہنا ہمارا سب سے اعلیٰ فرض اور ہمارے تمام مصائب کی دوا ہے۔

(۷) اے میری مربیہ! اگر اس معاملہ میں مذہب کو دخل نہ بھی ہو اور اس ہجوم یاس کے واسطے آپکو خداوند کریم کے سامنے ذمہ وار نہ بھی سمجھا

جائے تو دنیا کی نظر میں بھی آپ الزام سے بری نہیں سمجھی جائینگی - ہم دنیا میں ایک نہایت ناقابل اعتبار حقیر اور پُر از احتیاج زندگی لیکر آتے ہیں جو بہت لمبی نہیں ہوتی اور جس میں طرح طرح کی بیچینیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں تمام دانا اور فرزانہ لوگ شب و روز اسی خیال میں ہیں کہ ایسے ذرائع دریافت کئے جائیں جن سے یہ زندگی خوشی اور اطمینان سے گذر سکے انہی ذرائعہ کے حاصل کرنے کے واسطے مقنن قانون بنانے - فلاسفر دلائل تراشنے شعرا نئے خیالات موزون کرنے - مزدور مزدوری کرنے اور عیاش عیش کرنے میں مصروف ہیں - تمام دنیا کے باشندے اسی دھندے میں لگے ہوئے ہیں کہ ہماری مختصر فانی زندگی آرام و آسائش سے گذرے اور ہمارا خاتمہ بالخیر ہو - اسی غرض سے دولت کی حرص کیجاتی ہو - عزت کی طلب ہوتی ہے - دوستی اور محبت تلاش کی جاتی ہے اور نیکیوں کو سراہا جاتا ہے - کیا یہ تمام بنی نوع انسان کی تحقیر نہیں - کیا یہ تمام داناؤ کے مجتمع رایوں کی بے وقری نہیں کہ آپ بجائے آرام و آسائش کی زندگی بسر کرنے کے نہایت بے آرامی اور تکلیف کی زندگی بسر کر رہی ہیں - آپ آسائشوں سے بے پروائی ظاہر کرتی ہیں جو دولت سے حاصل ہوتی ہیں - عزت اور تعریف کی خوشیاں آپ محسوس نہیں کرتیں محبت اور دوستی کا سحر آپ پر اثر نہیں کرتا - جب آپ کی یہ حالت ہو تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا کہ آپ سے محبت کرے کیونکہ اسے یہ خیال ہوگا کہ آپ کا خوش کرنا ممکنات سے نہیں

(۸) ایسے حالات میں غم سب ہی کو ہوتا ہے - قدیم عیسائیوں میں حد سے زیادہ رنج و غم اور ماتم کا نوحہ کافروں کی حرکات سمجھی جاتی تھیں -

مہذب قومیں اس کو وحشیانہ فعل تصور کرتی ہیں - اوّل الذکر نے اسکو
اپنے دینی احکام سے روکا ہے اور آخر الذکر نے اس کے برخلاف
قوانین مرتب کیے ہیں - زیادہ سے زیادہ عرصہ جس کے لئے دُنیا کے
کسی ملک میں غم روا رکھا گیا ہے ایک سال ہے - اس عرصہ میں
جسدِ انسانی خاک ہو جاتا ہے اور اس کی صُورت کا کوئی نشان باقی
نہیں رہتا مگر یہ مدت خاوند - بیوی اور والدین کے واسطے اکثر
تعیّن ہوئی ہیں - برخلاف اس کے نابالغ اور معصوم بچّوں کی وفات
کے واسطے کوئی مدّت کبھی مقرر نہیں ہُوئی کیونکہ وُہ بالکل بے گناہ فوت
ہوتے ہیں اور ہمیں یقین ہوتا ہے کہ بعد وفات اس سے اچھی حالت
میں رہینگے جس میں کہ وُہ اس دُنیا میں رہتے - علاوہ ازیں ایک شخص کے
بیس بچّے ہو سکتے ہیں اور ممکن ہے کہ اس میں سے بہت سے بچپن میں
فوت ہو جائیں - ایسی حالت میں اگر وہ ہر ایک کے واسطے ایک عرصہ
تک ماتم کرے تو اُس کی زندگی کا بہت سا حصّہ ماتم میں گذر جائیگا -
ہماری محبّت جو بچّوں سے ہوتی ہے وُہ عام خیال اور قدرتی جذبات
پر مبنی ہوتی ہے نہ انکے فی الواقعہ مفید اور کارآمد ہونے پر - آپ یہ
نہیں کہہ سکتیں کہ نو برس کے بچّے کے ضائع ہونے سے آپ کا کوئی رفیق
اور دوست جاتا رہا اگرچہ اُمید تھی کہ وُہ اپنے وقت پر دونوں (یعنے
رفیق و دوست) کے قائم مقام اور اس کے علاوہ اور بہت سی نیکیوں کا
مجموعہ ہوتی - مگر علمِ غیب خدا کے پاس ہے - ہماری زندگی کے پہلے
سولہ برس میں طبیعت اور اخلاق کی تبدیلیاں ایسی ہی نمایاں ہوتی ہیں
جیسی خط و خال - محبّت کا اثر اس عرصہ میں نہایت جلد اور گہرا ہوتا ہے

خُلد آباد کی سیر

مجھے خلد آباد کی سیر کا عرصہ سے اشتیاق تھا۔ میں کیا ہر مُسلمان وہاں کی سیر کا قُدرتاً مشتاق ہوتا ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ۱۶۔ شوال ۱۳۲۵ھ کو اُس نے مجھے خلد آباد کی زیارت نصیب کی۔ ناظرین متعجب ہونگے کہ زندگی میں خلد آباد کی سیر کیسی۔ نیا زمانہ ہے عجیب و غریب جدّتیں ہو رہی ہیں کیا کوئی نئے ولی اللہ پیدا ہُوئے کہ خلد آباد کی سیر کرکے مخزن میں وارد ہُوئے ہیں۔ حضرات! یہ وہ خلد آباد نہیں جس کا کلام پاک اور احادیث نبویہ میں مومنین کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے بھلا ہمارے ایسے اعمال کہاں جو وہاں کی سیر ہمیں نصیب ہو یہ دُنیا اور آپ کے ہندوستان خصوصاً دکن کا خلد آباد ہے جسے بزرگانِ چشت اہلِ بہشت اور حضرت خلد مکان محی الدین محمد اورنگ زیب عالمگیر غازی کے مزارہائے پُرانوار نے ایک خاص رُوحانی عظمت دیدی ہے۔ محمد شاہ تغلق کے عہد میں پہلے یہ مقام دولت آباد کی آبادی میں شامل تھا جب دولت آباد ویران ہوا اپنی رُوحانی عظمت کے باعث روضہ کہلایا۔ جب سے خلد مکان کا آخری آرامگاہ یہاں بنا خلد آباد کے نام سے مشہور ہوا۔ اب روضہ اور خلد آباد دونوں نام سے مشہور ہے لیکن کاغذات میں خلد آباد شریف ہی لکھا جاتا ہے۔ یہ دولت آباد سے پانچ میل کے فاصلے پر ریاستِ نظام میں واقع ہے۔ آبادی تخمیناً تین چار ہزار کے قریب ہے۔ ڈاکخانہ۔ تھانہ۔ مدرسہ وغیرہ سب موجود ہیں۔ آبادی کے اطراف میں عالمگیر کی بنوائی ہوئی شہر پناہ ہے

شاہی زمانہ میں کارخانہ آبرسانی (واٹرورکس) بھی قائم تھا جو اب نہر کے خراب ہو جانے سے بند ہو گیا ہے لیکن رجبا ہے اور پختہ نل اب بھی موجود ہیں۔

خلدآباد بڑے بڑے مردانِ خدا کا مسکن اور عندلیبانِ گلشنِ قدس کا نشیمن ہے۔ حضرتِ محبوبِ الٰہی نظام الدین اولیا دہلویؒ کے کئی باکمال خلفاء اور ہزاروں مرید اس مقامِ پاک میں آسودہ ہیں۔ مشہور درگاہوں اور مزارات کے علاوہ شہر پناہ کے اندر اور باہر بیسیوں گنبد سینکڑوں مزار بزرگوں کے واقع ہیں جن کا آج کوئی نام بھی نہیں جانتا بہرحال مشہور مقامات یہاں کے حسبِ ذیل ہیں:۔

درگاہِ حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ

حضرت شیخ برہان الدینؒ حضرت محبوبِ الٰہی کے نہایت مشہور و باکمال خلفا میں سے ہیں جب حضرتِ محبوبِ الٰہی نے آپ کو دکن جانے کا حکم دیا آپ نے عرض کی کہ میں وہاں اس مجلس کے بزرگوں کو کہاں پاؤں گا۔ حضرت نے مراقبہ کے بعد فرمایا کہ میں نے اہلِ مجلس کو کہ چار سو آدمی ہیں تمہیں عطا کئے انہیں اپنے ساتھ لیجاؤ پھر عرض کی کہ میں طاقت جدائی کی نہیں رکھتا۔ آپ نے مراقبہ کے بعد پھر جواب دیا کہ جس مقام پر تم رہو گے میرے اور تمہارے درمیان میں حجاب نہ ہوگا۔ اس کے بعد آپ نے مجبور ہو کر معہ چار سو درویشوں کے دہلی سے سفر کیا اور حسب الحکم دولت آباد میں مقیم ہوئے۔ حضرت محبوبِ الٰہی نے بابا بایزید بسطامیؒ سے اکثر آپ کو مشابہت دی ہے۔ ۱۰ صفر ۷۳۸ھ کو دوشنبہ کے دن آپ کا وصال ہوا

خدام نے اسی مقام پر جہاں آپ کا قیام تھا دفن کیا۔ محمد شاہ تغلق کے عہد میں سنہ ۷۴۶ھ میں مزار پر قبہ تعمیر ہوا۔

آپ کی عالیشان درگاہ آبادی کے اندر واقع ہے۔ گنبددار دروازہ اندر بہت وسیع صحن۔ دالان۔ حوض وغیرہ ہے مسجد کے سامنے ایک چھوٹے سے خوبصورت گنبد کے نیچے آپ کا مزار مبارک ہے دروازہ کے کواڑوں پر چاندی کا پتر ہے جس پر خوبصورت گلدستے بنے ہیں۔ بیرونی جانب مشرقی دیوار پر یہ کتبہ کندہ ہے:۔

ہیں بدار الملکِ ہند آسودہ سلطانِ غریب
شاہِ دین و قطبِ عالم شیخ برہان غریب

خادمِ درگاہِ سلطاں پیر کاکا شاہ بخت
کز وفا بست از دل بر عہد و پیمان غریب

کرد از اخلاص و افر آں نکو سیرت بنا
روضۂ رضواں صفت از بہرِ مہمانِ غریب

سال ہفصد و دو چہل و چہار و دو کز فضلِ حق
شد مرتب ایں چنیں قبرے ایوانِ غریب

از پئے تاریخ شد ایں نظم مکتوب و نوشت
بندہ برہانے تریں مکتوب عنوانِ غریب

گنبد کے قریب جنوبی گوشہ میں ایک محجر کے اندر میر قمر الدین نواب آصف جاہ بہادر اول (۴۔ جمادی الآخر سنہ ۱۱۶۱ھ کو انتقال ہوا) اور اُس کے قریب دوسرے محجر میں نواب نظام الدولہ بہادر ناصر جنگ شہید (۱۷ محرم سنہ ۱۱۶۴ھ کو شہید ہوئے) کی قبریں اور پائین مزار اور بھی بہت سی قبریں ہیں۔

درگاہِ حضرت شیخ زین الدین اولیاؒ

حضرت شیخ زین الدین اولیاؒ بعض راویوں کے قول کے مطابق حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلویؒ کے بھانجے تھے۔ آپ حضرت برہان الدین غریبؒ کے خلیفہ اور بہت صاحب حال اور اہل کمال تھے۔ جب سلطان محمد شاہ بہمنی

تخت نشین ہوا۔ تمام مشائخ دکن نے حاضر و غائب اُس کی بیعت کی مگر آپ نے شراب نوشی اور بعضے مناہی کے ارتکاب کی وجہ سے بیعت نہ کی اور فرمایا کہ خلائق کی بادشاہی کے لائق وہ شخص ہے کہ حفظ شعار ملت محمدی کی کوشش کر کے سرًّا اور علانیۃً مناہی کے گرد نہ پھرے۔ اُس وقت تو محمد شاہ چُپ رہا لیکن جب بہرام خاں ماژندرانی اور کونہہ دیو نے دولت آباد میں بغاوت کی اور بادشاہ کی آمد پر شیخ نے دونوں کو بجائے مقابلہ کرنے کے گجرات بھاگ جانے کی صلاح دیکر اُن کے مع الخیر گجرات پہنچ جانے کے واسطے دُعا کی اور بادشاہ نے یہ حال سُنا تو نہایت غضبناک ہوا اور تھوڑے دن بعد ایک شخص کو حضرت کے پاس بھیجکر پیغام دیا کہ یا تو میرے دربار میں حاضر نہ ہونے چہئے یا میری خلافت پر بیعت کر کے اپنے دست خاص سے نوشتہ لکھ بھیجئے۔ شیخ نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ کسی تقریب سے ایک دانشمند ایک سیّد۔ ایک ہیجڑا ساتھ جا رہے تھے۔ اتفاق سے کفار کے ہاتھ گرفتار ہو گئے۔ افسر نے حکم دیا کہ ان تینوں کو مندر میں لیجاؤ۔ ان میں سے جو شخص بُت کے آگے سجدہ کرے جان کی امان پاوے۔ جو انکار کرے اُس کا سر فوراً قلم کیا جائے۔ دانشمند آیہ کریمہ پر عمل کر کے بُت کے آگے سربسجود ہوا۔ سیّد نے بھی دانشمند کی پیروی کی۔ جب ہیجڑے کی نوبت آئی وہ بولا کہ مَیں تمام عمر اعمال ناشائستہ میں مشغول رہا ہُوں نہ عالم ہُوں نہ سیّد کہ اُنکی آڑ میں پناہ لوں پھر قتل ہونا اپنا گوارا کر کے بُت کے آگے سجدہ کرنے سے انکار کیا۔ میرا بھی قصہ اُسی ہیجڑے کے مطابق ہو کر تیرے ظلموں کا متحمل ہونگا لیکن نہ تیرے دربار میں حاضر ہونگا نہ تیری خلافت کا اقرار کرونگا۔ بادشاہ اس صاف جواب سے برگشتہ ہوا اور شیخ کے پاس حکم بھیجا کہ میرے شہر

سے نکل جاؤ۔ شیخ نے اُسی وقت اپنا مُصلّٰی کندھے پر ڈالا اور اپنے پیر کے روضہ کے اندر مصلّٰی بچھا کر جا بیٹھے اور بولے کہ دیکھوں اب کون مردِ مجھے یہاں سے نکالتا ہے۔ جب بادشاہ نے یہ حال سُنا پشیمان ہُوا اور اپنے ہاتھ سے یہ مصرعہ لکھ کر صدر الشریف کے ہاتھ شیخ کے پاس بھیجا ع

من زانِ توام تو زانِ من باش

شیخ نے جواب دیا کہ اگر محمد شاہ غازی حفظِ مراتب اور مراسمِ شریعتِ محمدیؐ میں کوشش کرے اور شراب کی بھٹیاں ممالکِ محروسہ سے مسمار کرا دے اور خلائق کے رُوبرو شراب نہ پئے۔ زین الدین فقیر سے زیادہ تر کوئی اُسے دوست نہ رکھیگا اور یہ رُباعی اپنے ہاتھ سے لکھ کر بھیجی ؎

تا من بزیم بجز نکوئی نکنم ۔ جُز نیک دِلی و نیک خوئی نکنم
آنہا کہ بجائے ما بدیہا کردند ۔ تا دست رسد بجز نکوئی نکنم

سُلطان محمد شاہ خطابِ غازی سے کہ شیخ کی زبان سے نکلا تھا نہایت خوش ہُوا اور اُسے اپنے خطاب کا جُزو مقرر کر کے شراب فروشی کی تمام دُکانیں بند کرا دیں اور ترویجِ شریعتِ محمدیہ میں کوشش کی کہ چھ مہینے کے عرصہ میں بیس ہزار چور اور راہزن گرفتار ہو کر مارے گئے۔ اس کے بعد شیخ اور بادشاہ کے درمیان میں برابر مراسلت جاری رہی اور شیخ ہمیشہ بادشاہ کو وعظ و نصیحت فرماتے رہے۔

شیخ کی درگاہ کی عالیشان عمارت جو بارہ خواجہ کی درگاہ کے نام سے موسوم ہے شیخ برہان الدین کی درگاہ کے سامنے مشرق کی جانب واقع ہے۔ اس میں دو مسجدیں۔ کئی دالان اور وسیع صحن ہے جنوبی جانب ایک احاطے میں گنبد کے نیچے جس کے دروازہ کے کواڑوں پر چاندی کا خوبصورت پتر منڈھا ہے مزار واقع ہے۔ بیرونی جانب

مشرقی دیوار پر تاریخ کندہ ہے ؎

اللہ اعلیٰ

این قبۂ معظم سلطان اولیاست — او نائب پیامبر برہان اولیاست
قطب مدار غوث الاسلام زین دین — آنکو بحق خلیفۂ برہان اصفیاست
داود بن حسین مہی کز طفیل او — اقبال و بخت و بذل بخان این است
از سال نقل خواجہ و بنیاد مقبرہ — ہفتاد و ہفصد و یک بنیان ہجرت

اس احاطہ کے گوشہ جنوب و مشرق میں سنگ مرمر کے مجحر کے اندر شاہزادہ اعظم شاہ اور اُنکی بیگم کا مزار ہے اور ایک مقبرہ اور بھی ہے -

مزار شہنشاہ اورنگزیب عالمگیر

۱۱۱۸ھ میں بمقام احمد نگر حضرت محی الدین محمد عالمگیر بیمار ہوئے چند دن بیمار رہکر ۹۱ برس سترہ دن کی عمر میں پچاس برس دو مہینہ ستائیس دن سلطنت کر کے جمعہ کے دن صبح کے وقت ۲۸ - ذیقعدہ ۱۱۱۸ھ کو سفر آخرت اختیار کیا بیماری کی حالت میں یہ بیت اکثر ورد زبان رہتی تھی ؎

بیکساعت بیک لحظہ بیک دم — دگرگوں مے شود احوال آدم

مرنے سے ایک دن پہلے جمعرات کے دن عصر کے وقت حمید الدین خاں بہادر کی عرضی واسطے تصدق ایک فیل اور حوالہ کئے جانے چارہزار روپیہ اُس کی قیمت ملا حیدر قاضی القضات کو واسطے تقسیم مساکین کے نگاہ انور سے گذری اُس پر صاد ہوا یعنی منظور ہوئی اُسی عرضی پر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے یہ فقرہ بھی تحریر کردیا " این خاکسار را بمنزل اوّل زود رسانید"-

بادشاہ کو حضرت شیخ زین الدینؒ کے مزار سے خاص عقیدت تھی اپنی زندگی ہی میں حضرت کے گنبد کے گوشہ جنوب و مغرب میں ایک سادہ چبوترہ اور قبر بنوا رکھی تھی حسب وصیت دوشنبہ کے دن نعش مبارک اس قبر میں دفن کیگئی تاریخ وفات کیا خوب نکلی۔

روح و ریحان و جنت نعیم ۱۱۱۸

محمد اخلاص خاں (اخلاص کیش) سے منقول ہے کہ شب جمعہ کو میں اور عنایت اللہ خاں حضرت (عالمگیر) کی بیماری سے پریشان بیٹھے تھے اُسی حالت میں دیوان لسان الغیب (حافظ) اُٹھا کر کھولا تو یہ غزل نکلی ؎

تا ز میخانہ و مے نام و نشاں خواہد بود | سر ما خاکِ رہ پیر مغاں خواہد بود
بر زمینے کہ نشانِ کفِ پائے تو بود | سالہا سجدۂ صاحب نظراں خواہد بود
بر سرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ | کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

سخت یاس و افسوس ہوا قضیۂ ناگزیر آنے کے بعد ایک دن مُلا حمید قاضی اردو مکان پر تشریف لائے اُن سے تذکرۃً اس فال کا ذکر آیا مگر غزل یاد نہ آئی۔ بہت یاد کیا۔ کتاب کھول کر دیکھی۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ حضرت کی قبر پر موجود ہوں قبر میں سے حضرت نے آدھا بدن نکالا اور میری طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ بھولی ہوئی بیت یہ ہے ؎

بر سرِ تربتِ ما چوں گذری ہمت خواہ | کہ زیارت گہِ رندانِ جہاں خواہد بود

مزار کا چبوترہ یہاں معمولی سنگ سُرخ کا ہے جس کا ہر ضلع ۱۰ فیٹ ۱۰ انچہ اور بلندی صرف ۷ ۔ ۸ انچہ ہے اوپر جوف دار معمولی تعویذ ہے جس میں مٹی بھر کر سبزہ جمایا ہے۔ چبوترہ کے کنارہ مولسری کا ایک درخت ہے جو مزار پر سایہ کیے ہوئے ایک سفید چادر مزار اور چبوترہ پر پڑی رہتی ہے جو اوپر سبزہ

کے مقام سے کھلی ہوئی ہے۔ مزار پر اور کوئی عمارت نہیں۔ صرف آٹھ نو
مہینے سے لکڑی کا ایک مجحر بنا دیا گیا ہے جس کا دروازہ مغربی جانب
مسجد کی طرف ہی۔ یہ مسجد اور مجحر محکمہ بلغور خانہ کے متعلق ہے تیس حافظ
ملازم ہیں جو روزانہ ایک کلام مجید ختم کر کے مرحوم کی روح کو اُس کا ثواب
بخشتے ہیں۔ لنگر خانہ بھی جاری ہی۔ نوبت خانہ پر صبح شام اور ۱۲ بجے
رات کو نوبت بجا کرتی ہی۔ غرضکہ پانسو روپیہ ماہوار کا خرچ حضرت خلد مکان
انار اللہ برہانہٗ کے مزار کے متعلق بیان کیا جاتا ہے۔ جو جائداد موقوفہ سے
گورنمنٹ نظام کی معرفت خرچ ہوتا ہے اور ایک امین خلد آباد میں مقیم
رہتا ہے جن بادشاہوں نے اپنے بڑے بڑے عالیشان مقبرے
بنوائے اُن مقبروں اور اس سادہ قبر کی موجودہ حالت سے مقابلہ
کیا جائے تو عجیب و غریب فرق نظر آتا ہے اور میرے نزدیک تو
جو روحانی اثر اس مزار پر ہے وہ بڑے بڑے گنبد والے مزاروں پر
نہیں پایا جاتا میرے دل پر یہاں کی عظمت و شان کا جو اثر پیدا
ہوا وہ تمام سیر میں سب سے زیادہ موثر اور باوقعت ہی اور ہمیشہ یاد رہیگا

بادشاہی باغ

شیخ برہان الدین غریبؒ کی درگاہ سے ملا ہوا مغربی جانب یہ باغ واقع
ہے جس کی پختہ چار دیواری پر خوبصورت کنگورہ بنے ہیں چاروں گوشوں
پر چھوٹے چھوٹے گنبد۔ مغرب میں پانچ در اور تین درجہ کی مسجد۔ جنوب
میں دالان در دالان۔ شمال میں عالیشان دو منزلہ دروازہ ہی۔ باغ کے
وسط میں ایک خوبصورت عمارت ہی جس میں شہنشاہ عالمگیر کی ایک بیگم

کی قبر ہے - چاروں طرف ایک ایک نشستگاہ بھی ہے جن کے درمیان ہیں فیٹ
کی گہرائی پر ایک سنگین فرش اور اُس کے درمیان ہیں ۲ فیٹ بلند ہشت
پہل خوبصورت چبوترہ ہے جس کا ہر ضلع ، فیٹ ہے - اس چبوترہ کے اوپر
جو فدار سنگین تعویذ ہے جس کے درمیان میں سبزہ جما ہوا ہے چبوترہ
کے نیچے گول - ہشت پہل - مربع شکل کی سنگین کیاریاں بنی ہیں جن میں
چمن لگا ہوا ہے - گوشوں اور کیاریوں کے اندر فوّاروں کے نشان
ہیں - باغ کے باہر دو وسیع تالاب ہیں جن سے پانی باغ میں آتا تھا
اب باوجود اس کے کہ فوارہ ندارد ہیں پھر بھی یہ مقام نہایت دل کش
اور فرح بخش ہے -

درگاہ حضرت شاہ منتخب الدین المعروف زری زر بخش رح

حضرت شاہ منتخب الدین حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیا رح کے خلیفہ اور شیخ
برہان الدین کے بڑے بھائی تھے حضرت محبوب الٰہی نے سب سے پہلے
آپ ہی کو خلافت نامہ مصلّیٰ عصا اور خلعت عطا فرما کر بہ روایتِ مشہور
اپنے سات سو مریدوں کے ساتھ ارشاد خلائق کے واسطے دکن روانہ
فرمایا تھا - آپ کا وصال ۷ ربیع الاوّل کو ہوا آپ کی درگاہ کی عالی شان عمارت
شہر پناہ کے باہر الورہ کے بنگلہ کے قریب واقع ہے جس میں مسجد دالان وغیرہ سب کچھ موجود
ہے - شیخ برہان الدین شیخ زین الدین اور آپ کی درگاہ کے متعلق جاگیریں
ہیں - باقی درگاہوں اور مزارات پر ریاست کی طرف سے ملازم متقرر ہیں -
اور روشنی کا خرچ ملتا ہے -

(باقی وارد)

روپیہ پیسہ کے معاملات

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

۳۷ - دولت سے لالچ کو نا زیبا لگتا ہے۔ بہت عرصہ ہوا ہے کہ ہم نے مدرسہ میں (لاطینی میں) پڑھا تھا کہ "روپیہ کی محبت بڑھتی جاتی ہے - جوں جوں روپیہ کی زیادتی ہوتی ہے خود روپیہ اس محبت کو بڑھاتا ہے"۔

آلیور وینڈول ہومس کا ظرافت آمیز کلام بھی یاد آتا ہے (وہ یہ ہے کہ) "مجھے زر یا زمین کی چنداں پرواہ نہیں۔ مجھے کہیں کہیں رہن دیدو - کوئی اچھے جیسے بنک (کوٹھی) کی پتی (کا حصہ) دیدو یا کوئی دستاویز دیدو - کوئی چھوٹا موٹا ریل کا حصہ ہی سہی - میری صرف یہی آرزو ہے کہ قسمت سے مجھے میرے اخراجات سے کچھ ہی زیادہ مل جائے"۔

۳۸ - سنیکا کا قول ہے کہ "غریب آدمی کئی اشیاء کی حاجت ظاہر کرتا ہے۔ لیکن لالچی کو دنیا بھر کی اشیاء چاہئیں"۔

۳۹ - کسی نے طنزاً کہا ہے کہ اگر تیل[1] اور دو پنس کی بات نہ ہوتی تو کئی نیکدل سمیریا (واقع فلسطین) کے باشندے پیدا ہو جاتے (خلاصہ یہ کہ ہر ایک پیسہ کا پیر ہوتا ہے - کون مفت میں روپیہ ضائع کرتا ہے)۔

۴۰ - بیکن کہتا ہے کہ جن شخصوں کو دولت سے زیادہ ذی شان اشیاء کا ملاحظہ کرتا ہے اگر وہ متواتر بے اضطرابانہ دولت اکٹھی کرنے کی فکر میں لگے

[1] لوقا کی انجیل باب ۱۰ آیت ۳۰ - ۳۷ کی طرف اشارہ ہے جہاں مذکور ہے کہ سمیریا کے باشندے نے رحمدلی کر ایک مجروح کے زخموں پر تیل لگا کر مرہم پٹی کی تھی - اور جاتی دفعہ مالک مکان کو دو پنس دئے تھے کہ بیمار کی خبر گیری کرے اگر زیادہ خرچ ہوتا تو پھر دیا جائے گا۔

رہیں تو اُن کا بہت سا وقت ضائع ہوتا ہے اُس کی وجہ یہ ہے کہ دولت کی خوبی اس بات پر منحصر ہے کہ وُہ زندگی کا لُطف بڑھاتی رہے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ زندگی کو دولت جمع کرنے کے واسطے ایک ذریعہ سمجھا جائے۔ افلاس کو عروس فضلا کہتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ بقول ایمرسن خچر اور اُس پر لدے ہُوئے ٹوکرے وُہی شخص حفاظت سے رکھ سکتا ہے جس کے پاس اُنکی بجائے تیز رفتار گاڑی ہے" (یعنی سب پیسہ کا کام ہے۔ پیسہ ہو تو ہر کام بخوبی سرانجام ہو سکتا ہے)۔

۴۱۔ انگریزی زبان میں دولت کی نسبت جو محاورہ کے فقرات بولے جاتے ہیں۔ خود اُن ہی سے روپیہ پیسہ کا حال منکشف ہو جاتا ہے "روپیہ پیدا کرنا" "روپیہ سے بنا ہوا" "روپیہ پیسہ میں غلطان" اس قسم کے فقرے تو استعمال میں آتے ہیں لیکن "روپیہ سے لُطف اُٹھانا" یہ نہیں سُنا۔ حقیقت میں جو لوگ روپیہ جمع کرتے ہیں۔ شاذ ہی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ اُن کے کام آئے۔ وُہ دولت کا ڈھیر لگاتے رہتے ہیں اور یہ نہیں بتا سکتے کہ اس مال سے کس کو فائدہ ہو گا۔

۴۲۔ زینوفن کی ضیافت میں چارمیدس اس بات پر زور دیتا ہے کہ افلاس مال و دولت سے بہتر ہے کیونکہ یہ امر تسلیم کیا جا چکا ہے کہ خطرہ میں پڑنے کی نسبت محفوظ رہنا بہتر ہے۔ غلامی سے آزادی بہت اچھی ہے۔ یہ بہتر ہے کہ ملک ہم پر اعتبار کرے بہ نسبت اس کے کہ ہمارا اعتبار جاتا رہے۔ سچ پُوچھو تو جب مَیں اس شہر میں دولتمند تھا۔ اوّل تو مجھے اس امر کا خطرہ رہتا تھا کہ مُبادا کوئی شخص میرے گھر میں نقب لگائے۔ میرا مال لے جائے یا میرے جسم پر وار کرے۔ ...... اب مَیں آرام سے سو سکتا ہوں۔ پادری کے حلقہ میں خدمت کرنے کے لئے مجھے بُلاوا نہیں آتا۔ نہ ہی میرے پاس اس قدر

دولت ہی کہ گورنمنٹ مجھ پر بدظن ہو۔ میرا دل چاہے تو شہر میں رہوں یا کہیں چلا جاؤں۔ جب میرے پاس مال تھا لوگ مجھے سقراط اور دیگر ادنیٰ درجہ کے فیلسوفوں کے ساتھ ہم نشینی کا طعن دیتے تھے۔ اب جس سے میرا دل چاہے دوستی پیدا کر سکتا ہوں۔ اس کی وجہ یہ ہی کہ میری غریبی کے باعث کوئی شخص میری طرف توجہ نہیں کرتا۔ جب میرے پاس بہت کچھ تھا۔ مجھے ہمیشہ کلفت نصیب ہوتی تھی کیونکہ ہمیشہ کچھ نہ کچھ ضائع ہوتا تھا۔ اب میں غریب ہو گیا ہوں۔ نہ ہی کچھ پلے ہے نہ ہی ضائع ہوتا ہے۔ پس پر بھی ہر دم دل میں اس اُمید پر طمانیت اور مسرّت بھری رہتی ہے کہ کچھ مل ہی جائیگا۔"

۴۳۔ چارمیدس کا قول بہت کچھ صحیح تھا لیکن کلیہ درست نہیں علاوہ بریں چارمیدس نے مزے کا کھانا کھا کر اور باجا سُننے کے ترنگ میں یہ کلمات کہے تھے۔ پادری ساؤتھ نے بڑی ترش روئی سے بیان کیا ہے کہ سلیمان کے پاس دُور دراز مسافت طے کر کے بلقیس کا حکمت کی باتیں سُننے کے لئے آنا کیونکر ہوتا۔ سلیمان کی امیری نے یہ نتیجہ پیدا کیا تھا۔"

۴۴۔ اگر دولت عقلمندی سے استعمال میں لائی جائے تو اُس سے بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ زر ایک طاقت ہو۔ ایک ظریف فرانسیسی کا قول ہو کہ "روپیہ شہنشاہ ہے"۔ روپیہ حاجات کے روا کرنے کا ذریعہ ہے۔ تازہ ہوا۔ عمدہ مکان۔ کتابیں۔ موسیقی وغیرہ کسی چیز سے فرحت حاصل کرنی ہو تو روپیہ کے ذریعہ سے ہو سکتی ہے۔ اگر فرصت کام کی چیز ہے تو روپیہ سے حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر ملکوں کی سیر باعث مسرت ہو تو یہ بھی روپیہ ہی کی بدولت ہو سکتی ہے۔ اگر دوستوں کی امداد و مصیبت زدگان کی دستگیری مطلوب ہو تو روپیہ کی طفیل یہ برکت بھی ہم پر نازل ہو سکتی ہے۔

۴۵ - سُوانِٹ کہتا ہے - "پس اِسے خیال میں رکھو - دِل میں جگہ نہ دو۔"

۴۶ - جو شخص مالِ گنج ہو - بے انتہا اقتصاد کا پابند ہو - اور محض حرص کا مُبتلا ہو اُسے مُمسک (یا مکھی چوس) کہتے ہیں - دُنیا میں ایک سبق جو سب سے کار آمد ہے وُہ یہ ہے کہ کمینگی اور رذالت والے تفکرات سے دل کو پاک رکھیں واضح ہو کہ روپیہ کا لالچ اخس (یا ارذل) کام ہے۔

۴۷ - بڑی بات یہ ہے کہ دولت کا استعمال عقلمندی سے کیا جائے - سلیمان کا قول ہے کہ بعض اوقات روپیہ خرچ کریں تو بیشی ہوتی ہے - بعض وقت بچا کر رکھیں تو اُلٹا افلاس کا منہ دیکھنا پڑتا ہے" ایڈورڈ کورٹینی ارل آف ڈیون شائر کی قبر پر مفصلہ ذیل معروف کتبہ لکھا ہے -

جو کچھ ہم نے ہاتھ سے دیا تھا - ہمارے پاس موجود ہے
جو ہم نے صرف کیا تھا ہمارا مال تھا
جو ہم چھوڑ مرے - وہ ہم نے تلف کر دیا"

ایک اور شاعر اسی خیال کو اس طرح ادا کرتا ہے -

جو کچھ مَیں نے بچا کر رکھا وُہ ایسا ہے کہ رائگاں گیا -
جو کچھ مَیں نے صرف کر لیا وہ میرا مال تھا -
جو کچھ مَیں نے ہاتھ سے دیا تھا وُہ میرے پاس موجود ہے"
(یعنی ہاتھ کا دیا کام آتا ہے)

۴۹ - بیکسٹر کہتا ہے - "مُردہ بادشاہ کی کھوپری پر تاجِ شاہی کا ایک بھی نشان نہیں ہوتا" - فیاضی کرنی چاہیے - لیکن فضول خرچی سے کنارہ کشی اختیار کرنی لازم ہے - انجیل مقدس کی کتاب الامثال میں لکھا ہے کہ "ایسے لوگ بھی ہیں جو اپنے تئیں غنی بناتے ہیں - حالانکہ اُنکے پلے کچھ نہیں پڑتا -

اور ایسے بھی ہیں جو اپنے تئیں مفلس بناتے ہیں حالانکہ وُہ دولتمند ہوجاتے ہیں۔ جو عزیزوں پر رحم کرتا ہے گویا وُہ خدا کا قرضہ دیتا ہے اور جو کچھ وُہ دیتا ہے خدا اُسے واپس ادا کرے گا۔"

۵۰۔ جو نصیحت حضرتِ عیسیٰ نے نوجوان امیر کو دی تھی۔ میرے خیال میں ہر فرد پر عاید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ہم کو لازم ہے کہ اپنے بچوں کا بھی اور غریبوں کا بھی لحاظ کریں۔ ہماری آمدنی لاکلام ہمارا ہی مال ہے لیکن جو کچھ ہمیں بزرگوں سے ورثہ میں ملا ہو۔ وُہ صرف ہمارا ہی مال نہیں۔

۵۱۔ جن کے پاس دولت ہے وُہ اُن خادموں کی مانند ہیں جن کو خدائے تعالےٰ نے (جیسا کہ انجیل مقدس میں مذکور ہے) عقل و دیعت کی تھی۔ ہم کو اُس کا حساب دینا پڑے گا۔ یہ ہم کو امانت ملی ہوئی ہے۔ روپیہ ایسی چیز نہیں جس پر کوئی فخر کرے۔

۵۲۔ یمٹولدی کی انجیل میں لکھا ہے کہ "اس دُنیا میں جو لوگ دولتمند ہیں اُن کو یہ حکم سُنا دو کہ وُہ متکبر نہ ہوجائیں۔ نہ ہی عارضی دولت پر بھروسہ کریں۔ بلکہ اُن کو چاہیئے کہ اُس حیّ (لایموت) خداوند پر بھروسہ کریں جو ہم سب کو ہر ایک چیز لطف اُٹھانے کے لئے بکثرت دیتا ہے۔ اِس لئے کہ وُہ نیک کام کریں اور نیکی کا ذخیرہ بہت سا اکٹھا کریں اور اُس کو بانٹنے اور دوسروں کی کوشش گذارکرنے کے لئے تیار رہیں۔ اور آیندہ کے لئے اپنے واسطے عمدہ بنیاد رکھیں تاکہ وُہ ہمیشہ کی زندگی پر قبضہ کرسکیں"۔

۵۳۔ انجیل مقدس کی رو سے ساری خرابی کی جڑ روپیہ کا لالچ

ہے۔ "اگر دولت بڑھتی جائے اُس کے دلدادہ نہ بنو"۔ جو وعظ پہاڑ پر کیا گیا تھا اُس میں بھی یہی دلیل دی گئی تھی "۔ دنیا میں اپنے لئے خزانے جمع نہ کرو۔ یہاں اُن کو کیڑا کھا جاتا ہے اور زنگار لگ جاتا ہے۔ نیز چور نقب لگا لیتے ہیں۔ بلکہ بہشت میں اپنے لئے خزانے جمع کرو جہاں کہ نہ تو کیڑا کھاتا ہے نہ ہی زنگار لگتا ہے۔ نہ ہی چور کی نقب زنی کا خوف ہوتا ہے۔ کیونکہ جہاں تمہارا خزانہ ہوگا وہاں تمہارا دل بھی ہوگا"

(ترجمہ) نذر محمد بی۔ اے

دردِ جانستاں۔ ہم نے اپنے مکرّم جناب سیّد ناصر نذیر صاحب دہلوی یادگار خواجہ میر درد ؒ و تلمیذِ جناب شمس العلما مولانا محمد حسین آزاد کا ناول "دردِ جانستاں" مخزن میں باقساط چھاپنے کا قصد کیا تھا۔ چنانچہ گزشتہ جلد میں تین باب اسکے ہدیہ ناظرین ہو چکے ہیں۔ لیکن چونکہ ٹکڑے ٹکڑے کرنے سے کہانی کا لطف جاتا ہے اور شائقین کو بھی تکلیفِ انتظار ہوتی ہے۔ اس لئے یہ رائے ہوئی ہے کہ اس دلچسپ ناول کو جس میں دلی کا ایک پُردرد سچا واقعہ لکھا گیا ہے۔ علیحدہ چھاپ دیا جاوے۔ اور جن صاحبوں کو اس قصہ سے خاص دلچسپی پیدا ہو گئی ہو۔ وہ اسے منگا کر پڑھ لیں اور کتاب کی صورت میں اپنے پاس علیحدہ رکھ بھی سکیں۔ یہ نہ ہو کہ مختلف پرچے مخزن کے ڈھونڈھتے پھریں کہ کونسا باب کس پرچے میں نکلا تھا۔ اور یہ تین باب جو شائع ہو چکے ہیں۔ یہ بطور نمونہ سمجھے جائیں ؛

جانعالم کی شاعری

حضرت قدر قدرت ابوالمنصور سکندر جاہ ناصر الدین قیصر زمان سُلطان عالم محمد واجد علی شاہ جانعالم علاوہ اور تمام علوم و فنون کے گلشن شاعری کی بھی گلگشت کیا کرتے تھے اور اس باغ میں بہت کچھ گلکاری کی ہے۔ نظم کے ہر صیغہ میں دادِ سخن دی ہے۔

یہ ہندوستان کے پہلے بادشاہ ہیں جنہوں نے شاعری میں کسی کی شاگردی قبول کرنا ننگ سمجھا۔ تمام ہندوستان کے مشہور شاعروں سے صحبتِ گرم رہتی تھی۔ خاص مصاحبین اچھے اچھے نامی شاعر تھے۔ خواجہ آفتاب الدولہ اسد علی خاں عرف خواجہ اسد قلق فتح الدولہ بخشی الملک میرزا محمد رضا برق تدبیر الدولہ مدبّر الملک مظفر علی خاں بہادر اسیر گلشن الدولہ بہار۔

اسکے علاوہ صحبتِ مشاعرہ میں منتخب شعرا شریک ہوتے تھے وُہ زمانہ اردو شاعری کے شباب کا تھا زبان کے قواعد محاورات کی پابندی متروکات کا لحاظ ثقیل اور غلط الفاظ کی بندش سے پرہیز کا دَور دَورا تھا۔ پھر ہمعصر شعرا میں شیخ امام بخش ناسخ خواجہ حیدر علی آتش۔ خواجہ وزیر وزیر شیخ میتا عیش کپتان مقبول الدولہ قبول آغا حجو شرف الہ یار خاں سحاب میاں جان خاں یکتا میر محمدی سپہر۔ میر امداد علی بحر اصغر علیخاں نسیم۔ میر علی اوسط رشک۔ امیر علی خاں ہلال۔ نواب حسین علیخاں اثر مہدی حسن خاں آباد میر وزیر صبا۔ میر دوست علی خلیل۔ میر کلو عرش۔ شیخ محمد جان شاد۔ پیرو میر شیخ امان علی سحر ایسے ایسے باکمال اوستاد فن موجود تھے۔ شاعر تو شاعر اُمرا۔

میں بھی اس فن کی طرف کمال رغبت پائی جاتی تھی - اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ کوئی امیر اس فن کے اکتساب سے خالی نہ تھا - اور تمام شہزادگان والاتبار اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے صاحب عالم شہزادہ مرزا سلیمان قدر تسخیر جرنیل مرزا فریدوں قدر مرزا محمد ہزبر علی خان ہزبر کیوان قدر ہمایوں جاہ قیصر حشم ولیعہد مرزا محمد حامد علیخاں بہادر کوکب شرف الدولہ منتظم الملک محمد ابراہیم خاں مستقیم جنگ خلیل راجہ مقیم الدولہ سحر نواب ممتاز الدولہ تاثیر نواب سید محمد خاں رند - فقیر محمد خاں گویا - حسین علیخاں جویا - راجہ جواہر سنگھ جوہر - نواب طالب علیخاں عیشی - مہاراجہ گوپال سنگھ تاقب - نواب عاشور علیخاں عاشور غرض لکھنؤ میں شاعری کا اچھا خاصا باغ لگا ہوا تھا جس میں طرح طرح کے گل بوٹے کھلے تھے اور عجیب غریب بلبل چہکتے ہوئے نظر آتے تھے -

بادشاہ کی قدردانی کے لحاظ سے خاص و عام میں یہ اسپرٹ بھری ہوئی تھی جسکو دیکھئے شاعر - جس کو سنئے شاعر - دارالسلطنت ہونے کی وجہ سے لکھنؤ کی زبان مستند اور مقبول عام تھی اور دہلی کا ٹوٹا ہوا مجمع بھی اسی دربار میں فروغ حاصل کر رہا تھا -

محلات میں تمام بیگمات کو اگرچہ فیاض ازل سے سخن فہمی اور سخن گوئی کا حصہ ملا تھا لیکن بعض بعض بیگمیں زبان اور محاورات کے لحاظ سے نظم کی لڑیوں میں موتی پروتی تھیں - ان میں ملکہ مخدرہ عظمیٰ نواب بادشاہ محل صاحبہ عرف نواب خاص محل صاحبہ عالم کا سب سے نمبر اول تھا - ان کی تصنیف سے ایک دیوان بیاض عشاق اور ایک مثنوی بہت پیاری زبان میں مطبوعہ موجود ہے -

انکے علاوہ حضور عالیہ ملکہ اودہ اختر محل نواب رونق آرا بیگم بنت نواب علی

نقی خاں۔ ملکہ تاج النسا۔ نواب معشوق محل صاحبہ۔ ملکہ جہر تن افسر النسا۔ نواب نشاط محل صاحبہ۔ نواب زیب محل صاحبہ وغیرہ وغیرہ اسی رنگ میں ڈوبی ہوئی تھیں پھر شاہ اختر کا شاعری میں معجز نمائی کرنا ایک لازمی فعل تھا۔ بادشاہ کا مذاق شاعری ایک نفیس اور اچھوتا پہلو لئے ہوئے تھا۔ تحصیل فن کے اعتبار سے عروض میں اردو کی کتاب جواہر العروض خود انکی تصنیف کی ہوئی اور دوسری کتاب ارشاد خاقانی شاہدین عادلین ہیں۔

اور اصل بات یہ ہے کہ کم سے کم علمی مذاق کے ہر شعبہ میں ایک نہ ایک تصنیف بادشاہ کی موجود ہے۔ پند و نصائح میں نصائح اختری اخلاق میں مناظرہ بین النفس والعقل۔ مراثی میں دفتر غم۔ مجربات قاضی میں مجموعہ واجدیہ علم موسیقی کے بیان میں ناجو اور دلہن اور بنی۔ مثنویات میں سرور خاقانی۔ حزن اختری۔ دریائے تعشق۔ بحر الفت۔

ناجات و نثہ جات میں ملک اختر۔ خطابات میں مثنوی بحر مختلف۔ عروض میں جوہر العروض ارشاد خاقانی غزلیات میں چھ دیوان ضخیم اس کے علاوہ اور بہت سے مختلف فنون کی کتابیں ہیں۔ بادشاہ اگرچہ کسی سے تلمذ رکھتے تھے لیکن طرز کلام زیادہ تر میر و میرزا کی انداز شاعری سے ملتا جلتا تھا۔ شاعری میں بڑے بڑے سخن فہم شاعر پکار اٹھتے تھے۔ "خداوندیہ شاعری نہیں سحر ہے اعجاز ہے"۔

فارسی ترکیبوں کے جملے ایک جدید شان سے جھلکتے تھے۔

اصناف سخن میں صرف قصیدے ایک ایسی چیز ہیں جنکے لکھنے کی بادشاہ کو احتیاج نہ تھی مگر آخر وہ بھی ائمہ معصومین کی شان میں لکھے۔

مرثیوں میں اگرچہ نازک خیالی اور شاعرانہ تخیلات نہیں لیکن احادیث

کا ہو بہو ترجمہ اور سادی عبارت کچھ عجب مزا دیتی ہے۔

زمانہ ولیعہدی سے غزل گوئی کا شوق ہوا۔ عروض و قافیے کے رسالے ازبر کیئے۔ مشکل سے مشکل بحروں میں بغیر کسی اصلاح کے موتی پروے اور مشاعرے میں غزل پڑھی۔

بہت سے سخن فہم شاگرد ہوے۔ مہتاب الدولہ رخشاں تعیش الدولہ عیش۔ منشی مظفر علی مُہر۔ مرزا محمد عباس شاد۔ لائق الدولہ شاہد۔ اور مشیر وغیرہ وغیرہ کو برسوں اصلاح دی۔ غزل میں جو لفظ بنایا پتھر کی لکیر ہو گیا۔ جب زمامِ سلطنت ہاتھ میں لی۔ شعر و سخن کا چرچا بہت کم ہو گیا تھا مگر باوجود اس کے دو منشی تصنیفات کی تحریر پر ملازم تھے۔ جملہ تصنیفات کی فہرست انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر لکھی جاویگی۔ عہد سلطنت کا ذکر ہے منشی امیر اللہ تسلیم نے جو علاوہ شاعر ہونے کے خوشنویس بھی بے بدل ہیں۔ ایک عریضہ حضرت ابو المنصور کی خدمت میں نظم میں خوشخط پیش کیا اتفاق وقت سے حضور کی نظر اُس عرضداشت پر پڑ گئی دیکھ کر بہت خوش ہُوے۔ اور بعد ملاحظہ شرح دستخط نظم لکھوائی وُہ اشعار یہ ہیں:-

بشنو اے خوشنویس اے خوشگو   ہر دو فن میکنی و ہر دو نکو
اسم تو مندرج بدفتر شد   بست و دہ سوپیہ مقرر شد

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حضور اردو نظم میں قادر الکلام تھے فارسی میں بھی برجستہ فی البدیہہ کہتے تھے۔

بادشاہوں کا کلام اس سبب سے لوگ کم دیکھتے ہیں کہ اُنکی شاعری تعریف کی بوچھاڑ سے کمال کی حد تک نہیں پہنچنے پاتی اور مصاحبین کی بیجا خوشامد سے پختہ کلامی اور کہنہ مشقی نہیں آنے پاتی مگر شاہ اختر

کا کلام اس عیب سے بری تھا وہ اپنے کلام کو ہمیشہ نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ جس کا خاص سبب یہ تھا کہ وہ کسی کے شاگرد نہ تھے اُن کو یہ شک ہمیشہ دامنگیر رہتا تھا کہ ایسا نہ ہو کوئی نقص شاعری کلام میں رہجائے اور چونکہ خود سخن فہم تھے۔ اسی سبب سے ایسے ویسے شاعر کی غزل انکے مشاعرے میں مشکل سے مرح کی مستحق ہوتی تھی۔ دوسرے اہل کمال کا کثیر مجمع آپس کی چشمک سے ہر اک محک امتحان بنا ہوا تھا۔ کوئی لفظ بے محل صرف کیا اور شاعر نظر سے گرگیا ایسا ویسا شاعر سامنے مُنہ نہیں کھول سکتا تھا۔ آتش۔ ناسخ کی چوٹیں۔ برق و رشک کی نوک جھونک اکتسابِ فن کے واسطے کیا کم تھیں۔

ایک مرتبہ ایک شاعر نے ایک شعر مثالیہ پڑھا ؎

اہلِ جوہر نہیں جھکتے ہیں کسی کے آگے ٹوٹتی ہو وہی تلوار جو فولادی ہو

حضرت نے بہت پسند فرمایا اور تمام مشاعرے نے داد دی۔ دوسرے مشاعرے میں اُنکے حریف نے اسی کے جواب میں ایک شعر کہا جو عام پسند ہوا

نیک و بد سب سے جھک کے ملتے ہیں دونوں ناکوں پہ تیغ کستی ہے

اسی طرح ہر مشاعرے میں نوک جھونک اشارتاً وکنایتاً چوٹیں فی البدیہ اشعار ہوا کرتے تھے اور داد سخن ملتی تھی لیکن جانِعالم نے تو باوجود مشاغل امورِ سلطنت کے جو کچھ فرمایا آویزۂ گوشِ خلایق ہوا۔ ہر غزل مقبولِ خاص و عام تھی۔

مشکل سے مشکل اور سنگلاخ زمین آپکے دریائے فکر کے آگے پانی تھی ہر پہلو پر جزئیات بلاغت کا خیال رہتا تھا۔ پھر تشبیہات و استعارات کی ملمع کاری نورٌ علےٰ نور۔

ان سب باتوں سے قطع نظر کر کے تمام کلام پر اجمالی نظر ڈالی جائے تو معنوی خوبیوں اور عمدہ تخیل کے سمندر موج زن نظر آئینگے۔

جزئیات پر خیال کیجئے تو قلیل الاستعمال قافیئے اس شائستہ پہلو سے نظم کئے ہیں جن سے بہتر کہنا غیر ممکن ہے ؎

بندے کو اس کے عشق ہو ذات و صفات کا ۔ مُبدع حقیقتہً ہے وُہ کل کائنات کا

حمد میں صفات و کائنات کے قلیل الاستعمال قافیئے کس عمدہ تخیل کے ساتھ ادا کیے ہیں۔ ؎

ناقوس برہمن سے صدائے اذاں سُنی ۔ مسجد سے میں نے قصد کیا سومنات کا

توحید پرستی کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا تھا ؎

جا سے بیجا ہو گئے کس کا رہا مسکن بجا ۔ عشق کی منزل ہی کب ہیں دوست و دشمن بجا

رقص ہی یار سے پامال ہیں اہلِ فرنگ ۔ ٹھوکروں سے اس بُتِ خود کام کی ارگن بجا

رہرو ملکِ عدم کا حال کچھ کھلتا نہیں ۔ ای جرس اس قافلہ پر ہے ترا شیون بجا

مذکورہ بالا اشعار میں خوبیِ معانی اور شوکت کے علاوہ ایک خاص بات یہ ہے کہ اسکی ہر ردیف کے جدا جدا معانی پیدا ہوتے ہیں مطلع میں بجا کے معنے ٹھکانے کے لئے گئے ہیں یعنی برجائے خود دوسرے شعر میں بجا نواختن کے معنے پر نظم ہوا ہے تیسرے شعر میں بجا درست اور صحیح کے معنے دیتا ہے۔

ابرو کا کوئی مجھ پر اب وار نہ ٹھہرے گا ۔ وُہ ترک بھی عاری ہو زنہار نہ ٹھہریگا

کانٹا ترے تلوؤں کا آنکھوں سے نکالینگے ۔ کھٹکا ہی نگاہوں میں یہ خار نہ ٹھہریگا

ٹُٹ پونجیوں کا اختر میخانہ میں ہو راہی ۔ دکان اُٹھا ڈالو بازار نہ ٹھہریگا

زبان اور محاورات کا محل صرف کتنا پیارا ہے پھر ردیف سخت سنگلاخ۔

بعض مقام پر رعایت لفظی کو آپ نے صرف کیا ہے لیکن اس میں رعایت

معنوی کا خوبصورت پہلو مستتر ہے۔

ساون کی طرح ہجر میں مینہ آنکھوں سے برسا
بجلی سا پڑا وصل میں کچھ نور نظر سا

پایا نہ کوئی چاہ ذقن دیدہ تر سا
چشموں سے بہت کھینچتے ہیں اشکوں کا چرسا

کس کی نظر صاف کی تاثیر ہوئی ہے
اختر کو نہ دیکھا تھا کبھی ہم نے قمر سا

ولہ

ابلق شب کو اگر یار نے موڑا ہوتا
توسن عمر رواں پر مرا کوڑا ہوتا

بیکلی سے ہوا نکل ترا نازک شانہ
طفل غنچہ کے نہ کانوں کو مروڑا ہوتا

خاص لکھنؤ کی زبان اور محاورات جو بادشاہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں وہ بہت معتبر اور مستند ہیں جس موقع پر جو جملہ استعمال کیا جاتا ہے اُسی پہلو سے نظم کیا ہے مثلاً

ولہ

ترانہ گل کا جو پیک صبا نے سکھلایا
چمن میں نغمہ بلبل کو میں اُڑا لایا

پتنگوں کے جلا کر صبحدم گل کر دیا
بزم عالم میں یہی کیا شمع کا محصول تھا

زندگی تخت پہ کی مر کے گئے قبر میں شاہ
فکر آغاز میں ہوتا ہے پہ انجام نصیب

بدن صاف پہ رنگینی دکھاؤ صاحب
قول ہارے ہو تو گلچھرے کھاؤ صاحب

کہیں تار نظر بد نہ نزاکت پہ پڑے
پالکی اوٹ میں جاتے ہو تو جاؤ صاحب

وہاں پنہاں لب پر ہو دھواں غم کا یہاں دل میں
جلیگا چنبر گردوں حسینوں ان قرینوں سے

سوتا ہوں مرا اشک ہے قلزم کے برابر
خاموش ہوں لیکن ہے تکلم کے برابر

بعض بعض اشعار سے آپ کی طرز معاشرت و علوئے ہمت کا پتہ بھی چلتا ہے۔

مذمت زر پرستی

پھبتی ہے زن حاملہ کی زر جو رکھے دوست
بخیلی کا یقین صاف ہوا مجھ کو دنی پر

نوشتۂ تقدیر

یہ عشق ترے حسن سے قسمت میں لکھا ہے — افسوس نہیں چاہیے ہم کو شُدنی پر
نکالوں کس طرح دل سے ترے مژگاں کے تیروں کو — مٹا سکتا نہیں انسان ہاتھوں کی لکیروں کو

غمِ پیری

دل بھی کمہلاتے ہیں جب جب بال ہوتے ہیں سفید — بلبلیں بھی سیر ہوں موسم ہے پت جھڑ کا اگر
اے جوانو اب ضعیفی ہے ہماری اندنوں — پھینک دیتی ہے ہمیں بادِ بہاری اندنوں

پابندِ علائق

فقط دل سے ہیں اعضائے رعیہ — کرے سلطان نہ آزادی کی خواہش

مذمتِ دنیا

ترک ہو دنیائے دوں کنجِ قناعت ہو قبول — یہ زنِ قحبہ ہے اختر کیا چھنالوں سے غرض
عیشِ دنیا بزمِ غم اندوز ہو — رنج و غم توام نہ مجھے ہر روز ہو

عشقِ حقیقی

کچھ نہیں اختر مجھے عشقِ مجازی سے حصول — اب تو معشوقِ حقیقی سے ہے اپنا اختلاط

ولہ

جو معشوقِ حقیقی ہے مجھے اسکی غلامی ہے — وہ آقا ہے کہ سرنامہ یہ جس کا نامِ نامی ہے

تعریفِ سخن

یہ شاعری ہے نسخہ اکسیر سے سوا — اب میں چھپاؤں خاک ہو اس میں منکشف

ولہ

مرے مضمون عروسِ شب ہیں نوری سجیلے ہیں — وہ مشاطہ ہوں میں میرے سبب سے سب نکیلے ہیں
اختر یہ فقط زورِ طبیعت ہے دکھانا — اشعار کا انداز ہے نو طرز مرصع

خضوع و خشوع

ہم نمازوں میں جب اس کے پاس کھڑے رہتے ہیں — سامنے خشم کے وسواس کھڑے رہتے ہیں
کیوں نمازوں میں نہ زاہد حسن کا مشتاق ہو — ایسی کب تکلیف دی ہے عشق نے مشتاق ہو

توحید

چشمِ وحدت میں وہ معشوق جو لاثانی ہے — حلقۂ چشم بھی اک خانۂ سلطانی ہے
شاہدِ اصلی مجھے مقصود ہے — کعبۂ دل میں وہی معبود ہے
دونوں صفحے ہیں تری وحدت پہ دال — جب دُوئی سے آنکھ دیکھا فرد ہے
وہ جو معشوقِ حقیقی حسن میں موصوف ہے — عشق میں عاشق بھی اس کا شہر میں معروف ہے

تجرد

دفترِ عالم میں بس وہ فرد ہے — جو مجرد اِس چمن میں مرد ہے

مختلف مضامین

مے رنگیں پہ لاکھوں کاسۂ سر جو چڑھے ہوتے ہیں — رخِ ساقی سے یہ مینوش سب مخمور رہتے ہیں
پردہ نشیں سمائی دلِ ناشناس میں — آتی نہیں یہ بات ہمارے قیاس میں
تولد بچۂ افعی ہو بد فرزند کے بدلے — اُٹھالے باپ کو یارب سعادتمند کر بدلے
رعونتوں میں نہ اِترا اتنی تجھے تشکیک ہے — وسوسہ موئے میانِ یار سے باریک ہے
ڈھونڈھ لائینگے سیہ بختی میں ہم تارِ کمر — مشتعل مضموں سے روشن کوشکِ تاریک ہے
اگر محراب ابرو بت کی ہے تو آنکھ ساحر ہے — مُسلمانی بظاہر ہے مگر باطن میں کافر ہے
کھلے گی تختۂ کاغذ پہ سُرخی خونِ شاعر کی — قلم تیغِ مضامیں سے یہ سر ہوجائے حاضر ہے

گو یہ گنجینۂ جواہر و زواہر شباب کی شاعری کا ایک مختصر انتخاب لآلیٔ دُرِ شاہوار سے کم نہیں لیکن اگر زمانہ نے مُہلت دی تو آیندہ دیوان قمر مضمون دیوانِ مُبارک ۔ دفترِ ہمایوں ۔ دفترِ پریشاں ۔ سخنِ اشرف ۔ کلیاتِ اختری کا انتخاب نذرِ ناظرین ہوگا ۔

زیادہ تر افسوس کی بات یہ ہے کہ اکثر تصانیف کا قلمی ذخیرہ جس کو سلطانِ عالم خزینۂ زر و جواہر سے زیادہ عزیز رکھتے تھے ۔ زوالِ سلطنت کے ساتھ ساتھ

سفر میں گم ہو گیا۔

مثنویات میں سرور خاقانی ایک ایسی مثنوی ہے جس میں بادشاہ نے اپنی عاشقی کی سرگذشت لکھی ہے اور واقعات کے لحاظ سے بہت دلچسپ ہے ممنوعہ بیگمات کے ابتدائی تعلقات اور متعہ کے قصہ طلب واقعات کو بالتصریح نظم فرمایا ہے۔

افسوس ہے کہ ذی ہنر قدردان اہل فن اکمل دوران سخن سنج عادل غریب پرور رحمدل بادشاہ گلشن ہند کا بلبل ہزار داستان لکھنؤ کا راجہ اندر فریدوں فر جمشید قدر سکندر بخت نوشیروان زماں دفعتہً اپنے تخت و تاج سے جدا ہو کر کلکتہ کے مٹیا برج سبطین آباد کی مختصر قطع زمین پر غربت اور بیکسی کی میٹھی نیند سو رہا ہے۔ جہاں سوائے مصیبت کے کوئی فاتحہ خیر پڑھنے والا نظر نہیں آتا اور یہ کیونکر یقین آئے کہ مرنے کے بعد انکو دنیا کے تمام جھگڑوں سے نجات ہو گئی ہو اور وہ کنج مرقد میں عیش سے آرام پذیر ہوں۔ کیونکہ ؎

بھلا کیا خاک آئے چین اسکو کنج مرقد میں
رہا ہو جس کے سر کا تکیہ زانوئے نازنیں برسوں

خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی

پیامِ عشق

سُن اے طلبگارِ دردِ پہلو! مَیں ناز ہوں تو نیاز ہو جا
مَیں غزنوی سومناتِ دل کا ہوں تو سراپا ایاز ہو جا

نہیں ہو وابستہ زیرِ گردوں کمالِ شانِ سکندری سے
تمام ساماں ہے تیرے سینے میں تو بھی آئینہ ساز ہو جا

غرض ہے پیکارِ زندگی سے کمال پائے ہلال تیرا
جہاں کا فرضِ قدیم ہے تو ادا مثالِ نماز ہو جا

دیارِ خاموشِ دل میں ایسا ستم کشِ دردِ جستجو ہو
کہ اپنے سینے میں آپ پوشیدہ صُورتِ حرفِ راز ہو جا

نہ ہو قناعت شعار گلچیں! اِسی سے قائم ہے شان تیری
وفورِ گل ہے اگر چمن میں تو اَور دامن دراز ہو جا

گئے وہ ایّام اب زمانہ نہیں ہے صحرا نوردیوں کا
جہاں میں مانندِ شمعِ سوزاں میانِ محفل گداز ہو جا

وجود افراد کا مجازی ہے ہستئ قوم ہے حقیقی
فدائے ملت ہو یعنے آتش زنِ طلسمِ مجاز ہو جا

یہ ہند کے فرقہ ساز اقبال آذری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بُتوں سے اپنا غبارِ راہِ حجاز ہو جا

اقبال

فلسفۂ نگاہ

باصرہ وُہ پردۂ اعجاز ہے قدرتِ خالق کا جس میں راز ہے
روشنی شمعِ ایوانِ وجُود بزم افروزِ شبستانِ وجود
دستِ قدرت نے جلائے دو چراغ جنکی طلعت سے ہر اک روشن دماغ
کیا بتاؤں تجھ سے تاثیرِ نظر دل میں ہے پیوست بس تیرِ نظر
اُس حسیں کے حسن کا کیا ہو بیاں سات پردوں میں کیا جسکو نہاں
یوں نکلتا ہے کماں سے چھوٹ کے جیسے گرتا ہے ستارہ ٹوٹ کے
ہے کمندِ جذبِ دل تارِ نگاہ سچ ہے یہ ہوتی ہے دل سے دل کو راہ
دیکھنا محبوب کا ہے اسکی عید ہر نگہ ہے محشرستانِ امید
اسکی وسعت کا بھلا ہو کیا بیاں ساتوں پردے اس کے ہیں سات آسماں
چاند بھی سُورج بھی ستارے بھی ہیں اس فضا میں سیکڑوں تارے بھی ہیں
سب حسینانِ جہاں رشکِ قمر رات دِن ہیں جلوہ آرائے نظر
وسعت اتنی اور کس پردے میں ہے ابرِ بارندہ بھی اس پردے میں ہے
اس کے ہر قطرہ میں ہے دریا کا جوش اس کا ہر آنسو ہے اک طوفانِ خروش
چھپتے ہیں بارش میں جیسے مہر و ماہ یوں ہی زائل ہوتا ہے نورِ نگاہ
ابرِ غم میں چھپ گیا نورِ نگاہ دونوں آنکھیں پیرِ کنعاں کی گواہ
مثلِ یوسف چاہ میں ہے یہ نہاں یہ نہیں تو آنکھ ہے اندھا کنواں
یہ نہیں تو کیا زمین و آسماں ہے اندھیری رات کا سا اک سماں
ہے یہ تحقیقِ جدید اے بےخبر آسماں ہے پردۂ حدِ نظر
یہ نہیں تو خاک ہے دُنیا کی سیر زندہ در گور آدمی اس کے بغیر

ہے چراغِ خانۂ ہستی یہی — زینتِ میخانۂ مستی یہی
ہے یہی مہرِ منیرِ مردمک — جلوہ آرائے سریرِ مردمک
تختِ شاہی پر ہی یہ جلوہ طراز — سایہ افگن چترِ مژگانِ دراز
کون ایسا ترک تیر انداز ہے — چشم جس کی خوابگاہِ ناز ہی
مخبرِ اعراضِ نفسانی ہی یہ — ترجمانِ شوقِ پنہانی ہی یہ
مظہرِ آثارِ صولت ہے یہی — کاشفِ اسرارِ سطوت ہی یہی
عالمِ علمِ سیاست ہی یہی — ماہرِ فنِّ شجاعت ہی یہی
رعب سے لرزاں دلِ سفاک ہے — معرکوں میں بس اسی کی دھاک ہے
سرخوشِ حلم و مروت ہی کبھی — نشہ میں بدستِ نخوت ہی کبھی
خازنِ گنجینۂ عفت ہی یہ — جوہرِ آئینۂ عصمت ہی یہ
جام پیمائے شرابِ شرم ناز — ساغرِ خمخانۂ راز و نیاز
منکشف اس پر سب اسرارِ خفی — عالمِ علمِ قیافہ ہے یہی
ہر نگہ ہے شارحِ ما فی الضمیر — وارداتِ دل کی تفسیرِ کبیر
درس آموزِ کتابِ دل وہی — سلسلہ جنبانِ رسمِ عاشقی
انکی مجبوری سے دل ہی بے ہراس — انکی مایوسی ہی اک دنیائے یاس
برقِ ہستی سوز اس کی ہر ادا — اک اشارہ اسکا پیکانِ قضا
سیرتِ انساں بتاتی ہی نگاہ — خصلتِ انساں بتاتی ہی نگاہ
ہے یہی اے بےخبر معیارِ نفس — دے رہی ہی ہر نگہ اظہارِ نفس
فتنہ برانگیز بہرِ عاشقاں — دشنۂ خونریز بہرِ عاشقاں
تلخ ہی کیا کوزۂ زہرِ نگاہ — ہے غضب زہرابۂ قہرِ نگاہ
ہے جواہر کی لڑی تارِ نظر — بھر دیے یہ کس نے موتی کوٹ کر

ہے یہی میٹھی چھُری دل کیلئے | اِک نمکداں زخمِ بسمل کیلئے
نطق اس میں اس طرح مستور ہے | جس کے آگے یہ زباں معذور ہے
اسکے ہر ایما پہ دل مجبور ہے | جو نگہ نے کہدیا منظور ہے
وُہ کشش وُہ طاقت اسکو حق نے دی | کیا حقیقت جذبِ مقناطیس کی
صرف مرئیات پر اس کا اثر | دل کو باہر کھینچ لاتی ہے نظر
قہر ہیں آفت ہیں وُہ بیباکیاں | اُف نگاہِ ناز کی سفاکیاں
تو نے کیا دیکھا نہیں سحرِ نگاہ | اُف کرشمے اسکی خالق کی پناہ

ہے یہ وُہ چلتا ہوا جادو عزیزؔ
دل پہ کچھ رہتا نہیں قابو عزیزؔ

مرزا محمد ہادی عزیزؔ لکھنوی

ماتمِ آرزو

رحمت خدا کی تجھ پہ ہو ناکامِ آرزو | اے خاطرِ ستمکشِ ایامِ آرزو!
آہ اے فریب خوردۂ نقشِ اُمید آہ | کیا کیا تری ہوس نے تجھ کو کیا تباہ!
طولِ امل کے دام میں تو پھنس کے رہ گیا | افسوس بر نہ آیا کوئی تیرا مدعا
سب تیری زندگانی کا روشن ہے مجھ پہ حال | معلوم خوب ہے ترا ہر عیب ہر کمال
طفلی ہی سے تو عیشِ خیالی میں مست تھا | گویا خرابِ جلوۂ جامِ الست تھا
منصوبے باندھتا تھا ہزاروں مگر کبھی | اے نامراد فکرِ عمل ایک دم نہ کی
اول تو خواہشیں ہی تری بیشمار تھیں | اور پھر نکلنے کے لئے سب بیقرار تھیں!
آخر بنی نہ بات طلسمِ خیال کی | یعنی فضول تھی طلب امرِ محال کی
معلوم کر سکا نہ تو اے بیخبر کبھی | وہ کون شے تھی جسکی ضرورت تھی واقعی

مقصد ترے جہان میں آنے سے کچھ تو تھا　　بیصرفہ تونے عمر گذاری ستم کیا
ہاں کشتۂ امید بجا کہہ رہا ہے تو　　اب میں ہوں اور ماتم یک شہر آرزو"

رضا علی وحشت (کلکتہ)

بے ثباتی حسن

حسن و خوبی کا بھی دُنیا میں ہے جذبا کیسا　　اس کا جم جاتا ہے ہر آنکھ پہ نقشا کیسا
اچھے منظر کا ہر انسان ہے شیدا کیسا　　اس کا حاوی ہے زمانے پہ کرشما کیسا

ہو وُہ انسان میں یا پھُول میں یا پتھر میں
موہ لیتا ہے وہ نظارے کو اک منتر میں

یہ تو سب کچھ ہے مگر غور سے دیکھو گے اگر　　بدر کی طرح ضیا - اسکی بھی ہے چار پہر
کونسا پھُول ہنسا باغِ جہاں میں کھِل کر　　آخرش خاک میں جو مل نہ گیا مُرجھا کر

عاقبت حُسن کی ظاہر ہے جو کچھ ہوتی ہے
ہر سحر دیکھ لو شبنم کو یہی روتی ہے

حُسن اک شمع ہے شب بھر کیلئے جسکا ہے نُور　　ایک شیشہ ہے جو اِک ٹھیس میں ہو جاتا ہے چُور
خواہ انساں ہو حسیں - یا کہ پری ہو یا حور　　لکھا ہے حُسن کی پیشانی میں ہونا کافور

بدر کب چرخ پہ گھٹ کر نہ ہوا شکلِ ہلال؟
شیشہ وُہ کونسا تھا جس میں نہ آیا کبھی بال؟

چشم و ابرو کی ادا اور وہ نگہ کی چھبن　　گلِ عارض کی مہک سنبلِ مُو کی الجھن
دُرِ دنداں کی چمک ابرشِ چاہِ ذقن　　لبِ جاں بخش کا سحر اور قیامت کا چلن

حُسن کا کس پہ سدا رہتا ہے کہئے تو سُہاگ

کب ہوا مرثیہ پر ختم نہ یہ دل کش راگ

یہ وجاہت - یہ ملاحت - یہ نزاکت کیا ہے / یہ تناسب جو ہے اعضا کا قیامت زا ہے
اچھی صورت کا یہ جادو بھی غضب چلتا ہے / ناز و انداز کا ہر غمزہ بس اِک فتنا ہے
یہ تو سب کچھ ہے مگر ہائے نہیں اسکو قیام
حسن کے چلتے ہیں دو روز ہی بس چام کے دام

جو صنم آج ہزاروں کا خدا ہوتا ہے / آج جس پھول سے بلبل نہ جدا ہوتا ہے
آج جس شمع پہ پروانہ فدا ہوتا ہے / آج جس غنچہ پہ بھونروں کا جتھا ہوتا ہے
کل ہی دیکھو گے کہ خلقت کو وہ ہونگے دوبھر
غلط انداز نظر بھی نہ پڑے گی اُن پر

کتنے موتی تھے کہ بے آب ہوئے اک دم میں / کتنے ہی گل تھے جو پژمردہ ہوئے عالم میں
کتنے چہرے تھے جو مرجھا گئے سوزِ غم میں / حسرت انگیز تغیّر ہیں غضب کے ہم میں
اِس لیے چاہیے نازاں نہ ہو انساں اس پر
لے سبق - دیکھ کے قدرت کا نظارا یکسر

اُمّید

دنیا میں غور سے کوئی دیکھے اگر بشر / اُمّید سے نہیں ہے کوئی شے عجیب تر
سرسبز اسی سے ہستیِ انساں کا ہے شجر / دل ہی نہیں وہ جس میں نہ اُمّید کا ہو گھر
روشن ہے اس سے جان منوّر ہے اس سے تن
دنیا جو انجمن ہے تو یہ شمعِ انجمن

نعمتوں کا ازل میں ہوا جشنِ عام جب / قسمت میں جس کی جو ہے ملا اُسکو بے طلب

پُتلے کو خاک کے ملا انسان کا لقب — ظاہر ہوئی بہارِ رُخ و چشم و گوش و لب
دُلہن کی طرح خوب سجایا اُمید کو
پہلو میں دل کے لا کے بٹھایا اُمید کو

ہاں اے اُمید باعثِ ایجادِ کُل ہے تو — باغِ جہاں میں رونقِ بازارِ گُل ہے تو
زینتِ بزمِ عالمِ پُر شور و غُل ہے تو — شیشہ میں تو پری کہیں مینا میں مُل ہے تو
تو آیتِ حیات کی شانِ نزول ہے
تو شوخیِ شباب کی ٹوپی کا پھول ہے

مدہوش کیفِ مے سے ترے اہلِ ہوش ہیں — آزاد تیرے بندۂ حلقہ بگوش ہیں
جوگی تری بجوگ میں خانہ بدوش ہیں — مطرب ترے خیال میں نغمہ فروش ہیں
ہے اہلِ سیف کے تری سیفی زبان پر
اہلِ قلم مٹے ہوئے ہیں تیری آن پر

اقطاب تجھ کو آنکھ کا تارا ہیں جانتے — زہاد تجھ کو جنتِ ماوا ہیں جانتے
عشاق تجھ کو شاہدِ رعنا ہیں جانتے — اصنام تجھ کو قبلہ و کعبہ ہیں جانتے
درویش تجھ کو سجدۂ تعظیم کرتے ہیں
اور تاجدار خم سرِ تسلیم کرتے ہیں

قائم ہے تیری ذات سے دُنیائے بے ثبات — سرسبز تیرے فیض سے ہے کشتِ کائنات
چھینٹوں میں تیرے ہے اثرِ چشمۂ حیات — تیرے لبوں سے معجزۂ عیسوی ہے مات
اہلِ نظر کو تو یدِ بیضا سے کم نہیں
صاحبدلوں کو خالِ سویدا سے کم نہیں

یکساں تری نظر میں بلند اور پست ہے — چُٹکی میں تیری پلۂ فتح و شکست ہے
مستِ خیال تیرا ہر اک فاقہ مست ہے — دلدادہ تیرا زاہدِ جنت پرست ہے

کون و مکاں میں جلوہ فگن تیرا نُور ہے
تو قاف میں پری ہے تو جنّت میں حور ہے

جاری پہاڑ میں ہے کہیں تُو ہی جوئے شیر | میدانِ رزم میں ہے کہیں تو ہی دار و گیر
باغِ سخن میں تو کہیں بلبل کی ہے صفیر | سیفِ جواں کہیں تو کہیں ہے عصائے پیر

اہلِ نظر کے واسطے تو شمعِ طُور ہے
اور طالبِ گہر کے لئے کوہ نور ہے

مایوسیوں میں آس بندھاتی ہے تو کبھی | گُل خارزارِ دل میں کھلاتی ہے تو کبھی
رنج و الم میں ہاتھ بٹاتی ہے تو کبھی | آنکھوں کو سبز باغ دکھاتی ہے تو کبھی

تو غم کے تلخ کاموں کو قند و نبات ہے
تو کشتگانِ یاس کو ماء الحیات ہے

ہے شور دشت و کوہ میں ڈالا ہوا ترا | سب بحرِ منجمد ہے کھنگالا ہوا ترا
دُرِّ عدن ہے تہ سے نکالا ہوا ترا | نخلِ مراد دل میں ہے پالا ہوا ترا

رخشاں تری ضیا میں پہاڑوں کی چوٹیاں
پرّاں تری ہوا میں جہازوں کے بادباں

ہے تیرے فیض سے چمنِ دہر لالہ زار | ابرِ کرم سے ہے ترے جاری یہ جوئبار
جھومر ہے تیرا رونقِ پیشانیٔ نگار | طُغرا سے تیرے روئے کتابی کی ہے بہا

سرمہ ہے تیرا نرگسِ دنبالہ دار میں
تیرا ہی خم ہے گیسوئے پیچانِ یار میں

حدِ نگاہ میں ہے تری آسمانِ عشق | اک صفحۂ مکاں کا ترے لامکانِ عشق
تیرے اثر سے چشمۂ کوثر زبانِ عشق | تجھ سے طرازِ سرخیٔ داستانِ عشق

طوفاں کی موج ہے کہیں کشتیٔ نوح ہے

جانِ مجاز ہے تو حقیقت کی رُوح ہے

ہے جنگلوں میں بل پہ ترے شیر افگنی — ہے دنگلوں میں زور پہ تیرے تہمتنی
کانوں میں تیرے دم سے ہے مشقِ جانکنی — بازاروں میں ہے ساکھ کی تیری جہاں جنی

کھولے ہوئے دکانیں جو بیوپاری بیٹھے ہیں
تجھ پر اُدھار کھائے ہوئے سارے بیٹھے ہیں

وُہ کوہ جس کو دیکھ کے ہوتی ہے عقل دنگ — وُہ دشت جس میں پائے تصوّر ہُوا ہے لنگ
وُہ بحر جس میں پھرتے ہیں پھیلائے مُنہ نہنگ — وُہ ہفتخواں ہو قافیہ رستم کا جس میں تنگ

طے کر لئے ہیں تیرے فقط اک اشارے پر
منزل پہ جا پہنچتے ہیں تیرے سہارے پر

وُہ خستہ جاں جو اپنی قضا کا ہے نوحہ خواں — وُہ جاں بلب جو ہے کوئی ساعت کا میہماں
بیمار وُہ کہ جس میں نہیں نام کو تواں — وُہ جس کی سوزِ غم سے سُلگتی ہیں ہڈیاں

گو ٹمٹماتا زیست کا اُسکی چراغ ہے
پر تیرے نسخوں سے معطّر دماغ ہے

دیدار سے پسر کے جو ہے باپ شادماں — درپردہ اس کے دل میں تو لیتی ہے چٹکیاں
بچہ کو سینہ سے جو لگائے ہوئے ہے ماں — چھاتی میں اُسکی ہیں تری ریشہ دوانیاں

دولہا ہے سُرخرو ترے غازہ کی لاگ سے
دولہن کی ہے مہک ترے عطرِ سہاگ سے

کاملؔ خموش ختم کر اب حرفِ مدعا — طولِ امل کا سلسلہ آخر یہ تا کجا
بر آئی بھی کسی کی اُمیدیں تو کیا ہوا — بیٹھی ہوئی ہے تاک لگائے ہوئے قضا

اِک روز سب کے واسطے کنجِ مزار ہے
وہ دن امید و یاس کا خلفشار ہے

[illegible]

اُجڑی ہوئی دُلہن

او عروسِ مہ لقا! او شاہدِ ماتم نشیں — آہ! او رنگیں ادا! او دِلّی والی نازنیں
یاد آیا میکہ تھی تیری جوانی جوش پر — چٹکیاں لیتی تھی دل میں ہر ادائے دلنشیں
ہائے وُہ راتیں کہ تھی تو شمعِ بزمِ آرزو — تیرے پروانے تھے ہم اے غیرتِ ماہِ مبیں
ہائے وُہ دن دلکو تھی جب حسرتِ دیدن خلش — نوکِ نشتر تھی رگِ جاں میں تری چینِ جبیں
جلوہ گر تھی ہر مرقع میں تری تصویرِ حُسن — محفلِ ہستی میں تھی تو نقشِ نازِ دلنشیں
تا کمر لٹکی ہوئی وُہ آہ! جعدِ خم بخم — اُلجھی سلجھی دوش پر بکھری وُہ زلفِ عنبریں
آہ! وُہ عشوہ گری - وُہ گردشِ چشمِ سیاہ — ہائے! وہ شرمیلی چتون - وُہ نگاہِ شرمگیں
قدِ موزوں پر چکن کے وُہ دوپٹے کی پھبن — سرو پر بیلی ہوئی گویا تھی شاخِ یاسمیں
اُبھرے سینے پہ وہ آغازِ جوانی کے نشاں — نازبو کے پھول اور - وُہ عطرِ صندل کی بسیں
وُہ تبسمہائے شیریں - وُہ نوائے جاں نواز — وُہ لبِ شکر شکن شکر فروشِ شکریں
دوشِ نازک پر دوپٹے کا وُہ آنچل سُرخ سُرخ — ہلکی ہلکی آہ! وہ رُخ پر نقابِ ریشمیں
قد میں شوخی - خد میں رعنائی بھری تھی کوٹ کر — آنکھ میں تھا زہرِ قاتل - لب میں قندِ انگبیں
قیس آشفتہ تھی اک خلقِ خدا تیرے لئے — ہائے! وُہ راتیں کہ تھی تو لیلیِٰ محمل نشیں
ہائے! وہ طفلی کا عالم اور وُہ جوشِ شباب — بھولی بھولی اُف! وہ صورت وُہ نگاہِ شرمگیں
آہ! وُہ بوٹا سا قد - وہ ننھی ننھی انگلیاں — آہ! وُہ تیرے لڑکپن کی ادا اے نازنیں
ماں کی لوری جنبشِ موجِ تکلم تھی تجھے — اور نسیمِ جانفزائے خلد تھی خواب آفریں
پھول جھڑتے تھے لبِ رنگیں سے یوں وقتِ کلام — گل بداماں ہو چمن میں جیسے صبحِ یاسمیں
سر پہ طرہ نظم کا تھا فرق پر تاجِ سخن — نطق کے پھولوں کا جھومر زیبِ آغوشِ جبیں

آسمانِ ناز سے عالم فریبی کے لئے
جنکے اُتری تھی مگر تو حورِ فردوسِ بریں

تیرا سکہ تھا رواں اے شاہزادی چار سو
یاد آیا میکدہ دلّی تھی ترے زیرِ نگیں

لیکن اب تجھ میں کہاں وُہ جلوہ شانِ غیور
جھڑ گئے سب آہ! تیرے تاجِ شہرت کے نگیں

چھا رہی ہے اب اداسی آسمانِ حُسن پر
اب نہ وُہ تاروں کا جھرمٹ ہے نہ وُہ ماہِ مبیں

تیری آنکھوں میں کہاں اب مستیٔ حسنِ شباب
تیرے شیشوں میں کہاں اب وُہ شرابِ آتشیں

اب کہاں وُہ ذوقِ صہبائے سخن وُہ بزمِ مے
اب کہاں وُہ مجمعِ رندانِ میخانہ نشیں

اب ہوا میں ہے پریشاں تیری پروانوں کی خاک
تیرے ویرانے ہیں اب شہرِ خموشاں کی زمیں

اب کہاں اگلی سی وُہ کاشانہ افروزی کہ ہے
چشمِ حسرت حلقۂ درِ نقشِ عبرت شہ نشیں

جنکے دامن میں پلی تھی آہ! تو اے مہ لقا
اب وہ انجم خوابِ آسائش میں ہیں زیرِ زمیں

گوشِ عبرت میں مزارِ خفتگانِ خاک سے
آ رہی ہے دھیمی دھیمی آہ! فریادِ حزیں

بر مزارِ ما غریباں نے چراغے نے گلے
نے پرِ پروانہ سوزد نے صدائے بلبلے

سرور جہان آبادی

تازہ غزلیں

غزلِ مسلسل

اے آنکہ ہیچ روئے و ریا ہم نمیکنی
در حیرتم کہ کارِ بجا ہم نمیکنی

عمرِ عزیز بود و بہ بے حاصلی گذشت
واں را بہ جام و بادہ قضا ہم نمیکنی

دل را بہ ارمغاں نہ بری پیشِ دلبرے
درسِ نجواہد از تو بہا ہم نمیکنی (کفارہ)

دستت اگر بہ بندِ قبائے نمی رسد
بازی چرا بہ زلفِ رسا ہم نمیکنی (فروخت کر)

نتوان نخست بوسہ بہ لعلِ بتاں زدن — آغازِ کار از کفِ پا ہم نمیکنی
با شوخ چشمے کہ بہ طبعِ لطیف تست — گستاخئے بہ بندِ قبا ہم نمیکنی
مستانہ جوشیِ تو بہ او خود صواب نیست — بے حاصلی نگر کہ خطا ہم نمیکنی

شبلی بہ دامِ زلفِ رسایت فتادہ است
با خود نمی بری و رہا ہم نمیکنی

شبلی

اپنی ہستی کو غم و درد و مصیبت سمجھو — موت کی قید لگا دی ہے غنیمت سمجھو
فیصلہ ہوتا ہے نیکی و بدی کا ہردم — دل کو اِس جسم میں چھوٹی سی عدالت سمجھو
سیرِ گلزار سے اور اک بڑھا وا اپنا — گل و بلبل کو گلستاں کی حکایت سمجھو
فیصلہ آج تلک خنجر و سر کا نہ ہوا — سخت جانی مری یا انکی نزاکت سمجھو
ہمدمو کام فقط تم کو ہے سمجھانے سے — غم کو غم اور نہ مصیبت کو مصیبت سمجھو
تکیہ وعدہ پہ ہے سب چپکے پڑے ہیں تہِ خاک — حشر کا دن جو نہ آیا تو قیامت سمجھو
رکھ کے خنجر کو گلے پر وہ اٹھالیں سو بار — اس کا غم کیا ہے تم اسکو بھی مروت سمجھو

کاہلی خود غرضی دل میں یہ سودا کہ منم
شاد انہیں باتوں کو اب شانِ ریاست سمجھو

شاد عظیم آبادی

میرے دل پر شیر دل ظالم ہی کیوں بپھرا ہوا — دل تو ہے اس کی ادا پر آپ ہی لوٹا ہوا
شکوہ کیا نالہ اگر سر پر اٹھائے آسماں — چٹکیاں لیتا ہے کیوں دل میں کوئی بیٹھا ہوا
جب سوالِ وصل کرتا ہوں تو وہ کہتے ہیں یہ — کیا مزاج ان روزوں ہے کچھ آپکا بہکا ہوا
دیکھتے ہی انکو اگلی صحبتیں یاد آگئیں — آنکھوں نے پھر کھو دیا دل ہاتھ میں آیا ہوا

خلد میں ہرگز نہیں ہے جی بہلنے کی امید
تیرے کوچے کا ہے نقشہ آنکھوں میں چھایا ہوا

جائے دل تھا قطرۂ خوں بنکے آنسو گر پڑا
اب وہی اک قطرہ اک دریا ہے لہرایا ہوا

کون کہتا ہے کہ یہ الہام یا القا نہیں
پالیا مضمون ہم نے آپ کا سوچا ہوا

خون ہو کر وہ مری آنکھوں سے آخر بہ گیا
چٹکیوں سے جو دلِ پُر درد تھا مسلا ہوا

اُٹھ گیا مشقِ تصوّر سے مرے دل کا حجاب
اور ہوگا آپ کے دیدار کا ترسا ہوا

الحذر کا نعرہ خود نکلا دلِ صیاد سے
صیدِ دل کو خاک و خوں پر دیکھ کر تڑپا ہوا

کیوں نہ اُس کا دل دہلتا میری حالت دیکھ کر
سانس تھی اکھڑی ہوئی چہرا ابھی تھا اترا ہوا

خون کا دعویٰ کروں کس طرح اُس سے حشر میں
آنکھیں ہیں جھپکی ہوئی چہرا ابھی شرمایا ہوا

آپ دل لیکر نہ واپس دینے کی دھمکی نہ دیں
میں تو پہلے ہی سے ہوں اس بات کو سمجھا ہوا

فکرِ وصلِ یار میں کیوں مارتا ہے ہاتھ پاؤں
جو ہے زنجیرِ خودی میں خود بخود جکڑا ہوا

کوچۂ جاناں میں اے واعظ نہیں تیرا گذر
باغِ جنت ہے مرا سو بار کا دیکھا ہوا

خوب لوٹیں چل کے آنکھیں سبزہ و شبنم کا لطف
فرشِ مخمل پر ہے گنجِ گوہریں بکھرا ہوا

اور یاروں نے تو اپنی ساری چالیں ختم کیں
آپ بھی چلیے کبھی فقرا کوئی چلتا ہوا

روزِ محشر کچھ مجھے فریاد کی حاجت نہیں
پیشِ داور آپ ہیں ظلموں سے وہ جھینپا ہوا

دھوم ہے سارے حسینوں میں ہماری چاہ کی
آدمی کیا جو نہو دشمن بھی جس کا چاہا ہوا

ہے در اندازوں سے دل میں اور دلبر میں فراق
ورنہ باہم ایک پر ہے دوسرا اچھلا ہوا

دشمنِ کم ظرف کو سو ناز ہیں جس چال پر
کھیل ہے یہ میرے بائیں ہاتھ کا کھیلا ہوا

تیرے ہی دم سے ہے باغِ خلد کی ساری بہار
میرے ہی اشکِ ندامت کا ہے یہ سینچا ہوا

آپ ہی تاکید کی پھر آپ ہی ہیں مجھ کو تنگ
کیوں مرا قاصد گیا اُنکی طرف دوڑا ہوا

کیا میں سمجھوں اپنی حالت کیا میں کھو دوں اپنی
آنکھیں ہیں جھپٹ سے لگی دل ہے کہیں اٹکا ہوا

دیکھتا ہوں میں تمہارے رنگ میں تصویر کی
ہے صباحت میں ملاحت کا نمک چھڑکا ہوا

جس نے رکھے ہیں محبت میں ہزاروں پیچ و تاب میں نے دل پایا اُسی کے عشق میں اُلجھا ہوا

گو ہوں شمشادِ گلستانِ وفا اے گلبدن

عشق مژگاں سے ہوں میں ہر آنکھ میں کھٹکا ہوا

مولوی محمد عبد الاحد صاحب شمشاد

لکھنوی از غازیپور

آئے تو جبر کر کے ترے جلوہ زار میں بجلی چمک رہی ہے دلِ بیقرار میں

یہ تیری آرزو میں بڑھی وسعتِ نظر دنیا ہے سب مری نگہِ انتظار میں

مانا کہ ضبط باعثِ اخفائے راز ہے یہ بات اب نہیں ہے مرے اختیار میں

مژگاں کو شغلِ ماتمِ ناکامیِ نگاہ آنکھیں جھپک رہی ہیں ترے جلوہ زار میں

جاؤں گا میں بھی سیرِ قیامت کو لیکے ساتھ چند آفتابِ حشرِ دلِ داغدار میں

اے بیخبر نہ یوں کسی بیکس کی آس توڑ دنیائے شوق ہے دلِ امیدوار میں

پوچھو نہ حال جلوۂ طاقت گدازِ حسن سیماب بھر دیا ہے دلِ بیقرار میں

وہ محوِ زینتِ خمِ کاکل ہیں میں یہاں تصویر دیکھتا ہوں شبِ انتظار میں

اے پڑھنے والے کیوں نہیں سمجھتے ہیں ترا شک لکھا ہوا ہے کیا مری لوحِ مزار میں

آتا نہیں قریب بھی میت کے اب کوئی یوں آنکھیں پھر گئی ہیں ترے انتظار میں

اللہ عشق بھی ہے کوئی ایسی معصیت اک آگ سی لگی ہے دلِ بیقرار میں

آتی ہیں آج شام سے انگڑائیاں انہیں کچھ تو اثر ہے جذبۂ بے اختیار میں

اب بجھ گئے ہیں رشتۂ یکسوئی نگاہ تھی جو نفس مریضِ شبِ انتظار میں

کیا ڈھونڈھتے ہیں آپ ذرا تو سمجھئے عزیز

دل لیکے آپ آئے بھی تھے کوئے یار میں

نیرنگ

غزل

سمجھ لوں گا تمہاری یاد ہی تڑپا گئی ہوگی
اسی نے آ کے چٹکی لی کلیجے میں یہی ہوگی

ہجوم حسرت و غم میں جو ہم نے جان دی ہوگی
ہماری قبر پر چھائی ہوئی کیا بیکسی ہوگی

نہ ہوگا کوئی بھی ہمسا تمہارے جاں نثاروں میں
ہمیں سے دشمنی ہوگی تو کس سے دوستی ہوگی

جواب ایسا بگڑ کر کیوں دیا اے نامہ بر اس نے
ارے تو نے کوئی بات اپنی جانب سے کہی ہوگی

چلا یہ کون میرے پاس سے راہ محبت میں
یہ کس نے ساتھ چھوڑا بے مروت زندگی ہوگی

پھرا کرتا ہے یہ کیوں میکدہ کے گرد زاہد تو
کہیں زاہد نے جھلکی دختر رز کی دیکھی ہوگی

وہ کیا آتے ہیں بیمار محبت کی عیادت کو
پھر گئی ہے ہماری آنکھ اب کوئی خوشی ہوگی

نہ آ تو پاس میرے دور ہو اے حشمت دنیا
کہ آزردہ مری تربت کی ساتھی بیکسی ہوگی

ہمیں اے شوخ عادت ہو گئی ہے غم کے کھانے کی
بسر اب خوب آسانی سے اپنی زندگی ہوگی

بہت مدت سے دل میں گھٹ رہی تھی ضبط کے باعث
شکایت آپ کی گھبرا کے لب پر آ گئی ہوگی

بتوں کو چھوڑ حامد نور ایماں دل میں پیدا کر
یہی وہ چیز ہے مرقد میں جس سے روشنی ہوگی

حامد حسن قادری بچھرایونی

~~~~~~~~

دل بیتاب حریف غم پنہاں نکلا
گرمئ شوق سے نالہ شرر افشاں نکلا

فکر احباب کہ گھر میں اسے پابند کرو
ہمکو یہ رنج کہ قفس سے بیاباں نکلا

شوق دیرینہ دل پر نکل آئے آنسو
زنگ خوردہ مرے پہلو سے جو پیکاں نکلا

گم ہو برباد ہو آوارہ ہو دیکھیں کیا ہو
اب تو قابو سے ہمارا دل ناداں نکلا

درد پہلو سے باآوازہ محشر اٹھا
اشک آنکھوں سے باندازہ طوفاں نکلا

جیتے ہیں وصل کی امید پہ مرنے والے
زندگی کا یہ وسیلہ بہت آسان نکلا

میرزا محمد ہادی بی۔ اے
لکھنوی
~~~~~~~~

مکتوبات امیر

اس مجموعے میں مولوی محمد احسن اللہ خان ثاقب (ایڈیٹر رسالہ قندپارسی) نے جناب منشی امیر احمد صاحب مینائی مرحوم کے خطوط چند سال کی کوشش کے بعد فراہم کیے ہیں اور آغاز کتاب میں تقریباً پچاس صفحوں میں منشی صاحب مرحوم کی سوانح اور انکی نظم و نثر پر دلچسپ اور محققانہ ریویو بھی تحریر کیا ہے۔

کتاب نہایت قابل قدر ہے اور اسکی اشاعت سے اردو لٹریچر میں ایک مفید اضافہ کی اُمید ہے۔

مکتوبات امیر پر جو ریویو شمس العلما حضرت حالی مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے اسکے ملاحظہ سے ناظرین اور قدردانان زبان اُردو کو پوری کیفیت تالیف کی معلوم ہوگی۔

ہم اُس ریویو کی نقل ذیل میں کرتے ہیں۔

چونکہ جناب ثاقب کو کافی فرصت نہیں ہے اسلئے وہ چاہتے ہیں کہ مکتوبات امیر کے اہتمام طبع و اشاعت کے متکفل کوئی صاحب ہو جائیں۔ امید ہے کہ اگر اہل مطابع میں سے کوئی صاحب کاپی رائٹ خریدنا چاہیں گے تو مولانا ثاقب مناسب معاوضے پر اُس سے دست بردار ہو جائیں گے۔

واضح ہو کہ ان مکاتیب کی اشاعت زبان اُردو کی خدمت ہے اور یہ اُمید بھی ہے کہ جو صاحب کتاب مذکور کو طبع فرمائیں گے اُس سے نقصان نہ اٹھائیں گے۔

یہ کتاب ۲۰ × ۲۶ کی تقطیع پر تخمیناً ۵۰۰ صفحے کی ہوگی جس میں سے ۵۰ صفحے پر سوانح اور ریویو کلام کا سمجھنا چاہیے۔

جو صاحب متکفل اشاعت مکتوبات کا ہونا پسند کریں وہ بندے سے اس بارہ میں خط و کتابت فرمائیں۔

بندہ

سید غلام بھیک نیرنگ

بی۔ اے

وکیل۔ انبالہ

ریویو نوشتہ شمس العلما حضرت مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب حالی مدظلہ العالی۔

مکتوبات امیر

کتاب مندرجہ عنوان کا مسودہ جو میرے لائق دوست خواجہ محمد احسن اللہ خان ثاقب مدیر رسالہ مرحوم "قندپارسی" نے مرتب کیا ہے میری نظر سے گزرا۔ خواجہ صاحب موصوف جناب منشی امیر احمد صاحب مغفور سے نسبت تلمذ رکھتے ہیں۔ انکا شاگردانہ خلوص اسبات کا مقتضی تھا کہ اپنے واجب التعظیم اُستاد کا حق شاگردی کسی مناسب پیرایہ میں ادا کریں۔ اول

اُنہوں نے اُنکی سوانح عمری لکھنے کا ارادہ کیا مگر بعض اسباب سے جنکا ذکر اُنہوں نے دیباچہ میں کیا ہے میٹریل بہت کم میسر آیا۔ پھر اُن کے مکتوبات جمع کرنے کی طرف توجہ کی لیکن باوجود اسکے کہ ایک عالم سے جناب ممدوح کی خط کتابت تھی خطوط بھی بقدر توقع بہم نہ پہنچے۔ با اینہمہ ایک معتد بہ مقدار مکاتیب کی جمع ہوگئی۔

اگرچہ ایک ایسے نامور بزرگ کے حالات لکھنے کے لئے یہ مختصر ذخیرہ کافی نہ تھا لیکن اس خیال پر کہ شاید آیندہ کوئی جیالا اس عمارت کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوں اور یہ تالیف اُس عمارت کے لئے ایک بنیاد کا کام دے سکے خواجہ صاحب موصوف نے میٹریل کی کمی سے ہمت نہیں ہاری اور اپنی خوش سلیقگی سے اُسی مختصر ذخیرہ کو ترتیب دیکر ایک دلکش پیرایہ میں ظاہر کیا ہے۔ اُنہوں نے اس کتاب میں اول جناب ممدوح کی مختصر لائف قلمبند کی ہے۔ پھر اُن کے کلام پر نہایت آزادی کے ساتھ ریویو کیا ہے اور اُنکے دونوں دیوانوں کا مقابلہ فصیح الملک مرحوم کے دیوانوں سے کر کے دونوں اوستادوں کے کلام میں جو فرق دیکھا ہے وہ بغیر کسی قسم کی حیف و میل کے پبلک پر ظاہر کیا ہے اور پست و بلند دونو قسم کے اشعار کے نمونے دونو صاحبوں کے کلام سے انتقاد کر کے ناظرین کو دکھائے ہیں۔

اگرچہ بدقسمتی سے ہمارے ملک کے اہل قلم میں ابھی تک نکتہ چینی کا تحمل اور اُسکی برداشت پیدا نہیں ہوئی لیکن اگر انکو رفتہ رفتہ اُسکا عادی نہ کیا جائے تو اُمید نہیں کہ ہماری تصنیف و تالیف کے عیب و صواب کبھی پبلک پر ظاہر ہو سکیں۔

اِسکے بعد اُنہوں نے اُس مجموعہ کی طرف توجہ کی ہے جسپر کتاب کا نام مندرجہ عنوان دلالت کرتا ہے یعنی جناب منشی صاحب کے خطوط جسقدر بہم پہنچے اُن کو خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا ہے۔

انسان کے اخلاق اور جذبات کا انکشاف جیسا اُسکے بے تکلفانہ خط کتابت سے ہوتا ہے ایسا اور کسی چیز سے نہیں ہوتا۔ اسیواسطے مکتوب کو نصف ملاقات قرار دیا گیا ہے بلکہ میں کہتا ہوں کہ جب اُسکا وجود عنصری خاک میں پنہاں ہوگیا اور اُس سے ملنے کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہا اب اُسکی ملاقات محض اُسکی خط کتابت پر منحصر ہے اور بس۔ پس کسی مصنف کی وفات کے بعد اُس کے مکتوبات کا فراہم کرنا در حقیقت اُس کی سوانح عمری کا ایک متمم بالشان حصہ قلمبند کر دینا ہے۔

مجھے امید ہے کہ مکتوبات امیر کی اشاعت خاصکر اُن لوگوں کے لئے جو حضرت امیر مینائی سے عقیدت رکھتے ہیں اور جن کی تعداد ہندوستان میں کچھ کم نہیں ہے ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوگی۔

الطاف حسین حالی

(پانی پت)

رائیڈل صاحب کی بنائی ہوئی نہایت مجرب ادویہ

مرگال

انتہائی درجے تک کے فساد خون کے مریضوں کے لئے اکسیر۔ مصدقہ ڈاکٹران ومعالجان امراض اسفال۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی۔ قیمت دو روپے۔

گونوسان

مشہور تکلیف دہ جانگداز مرض ریزش یا سوزش مثانے کا حکمی علاج۔ مشہور اور خاص معالج ڈاکٹران کا مصدقہ۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی کے دو روپے۔

بورنیوال

طاقتور بنانے اور درد اعصاب دور کرنے کی دوا۔ ہسٹیریا کی مریض عورتوں کے واسطے نہایت مفید۔ کم ہمتی۔ بدخوابی ضعف دل و دماغ کو نافع۔ ۴۲ گولیوں کی قیمت سے

یوہمیں

کمزوری اور ہر قسم کے ضعف کے لئے قطعی اور بلا ضرر علاج۔ مصدقہ محققان امراض تولید۔ کبھی خطا نہیں کرتی۔ ۲۰ قرص کی قیمت عہ

مندرجہ بالا ادویہ کے مفصل حالات میں ایک رسالہ بنام آب و آتش حل میں چھاپکر مفت تقسیم کیا جاتا ہے۔ اسے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے طلب کرو۔ محصول پیشگی ارسال کیا جاوے گا۔ یہ مذکرہ بالا اعلیٰ ادویہ اپنے شہر کے انگریزی دوا فروشوں سے طلب کرو۔ اگر دقت ہو تو اسے برکت اینڈ کمپنی دہلی سے منگاؤ۔

جوہر عشبہ مرکب چوب چینی ولایتی

گذشتہ پچاس سال کے تجربے نے پبلک پر ثابت کر دیا ہے کہ ہمارا تیار کردہ عشبہ مرکب از آزار امراض کے لئے جادو کا اثر رکھتا ہے۔ ہمارا تیار کردہ عشبہ تمام مصفی خون ادویات پر فوقیت لے گیا ہے۔ کیونکہ اپنے ملک کے مزاجوں کے مطابق عمدہ ادویہ کے ملانے سے تیار کیا جاتا ہے۔ جہاں انگریزی ساختہ عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں۔ وہاں اس نے ایسے ایسے نمایاں فوائد دکھلائے ہیں۔ کہ مریض دنگ رہ گئے ہیں۔ اور مان لیا ہے کہ عشبہ مرکب چوب چینی ازالہ امراض فساد خون کے لئے بے نظیر ہے۔

عشبہ :- مرکب چوب چینی کے فوائد و خواص تمام پھوڑے پھنسیاں چہرے کے بدنما داغ دھبے۔ لاغری۔ زردی چہرہ۔ دادو چنبل۔ چند دن کا چہرہ سیاہ ہونا۔ چھائیاں۔ خارش۔ خنازیر۔ بھگندر۔ وجع مفاصل کے دفعیہ کے لیے عدیم المثل ہے۔ خون کو صاف اور پاکیزہ بنا کر چہرہ کا رنگ مثل گلاب کی پتیوں کی طرح سرخ اور بدن کو فربہ بناتا ہے۔ خوش مزہ اور خوشبودار ہے۔ غذا اور دوا کا کام دیتا ہے۔ عورتوں مردوں بچوں۔ اور بوڑھوں۔ نوجوانوں کو یکساں مفید ہے جو لوگ دائم المریض بوجہ کمی اشتہا و کمی خون مغموم رہتے ہوں وہ آزما کر دیکھیں پورا پورا معاون صحت ضامن و مددگار تندرستی۔ تجربے سے ثابت ہوا ہے خون فاسد گندہ کو چند روز میں صاف کر دیتا ہے۔ کمی بھوک دائمی قبض۔ کمزوری رنگین چہرے وغیرہ دور ہو جاتی ہے گویا مرض دور ہونے سے غربت و عسرت دور۔ نکبت کی جگہ عشرت۔ دولت اور فراغت آ جاتی ہے۔

یہ جوہر اعضائے اندرونی پر عمدہ اثر کرتا ہے۔ اور جلد پر سب سے زیادہ اچھا اثر اسی جوہر کا ہوتا ہے۔ جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں ناسور وغیرہ جاتی رہتی ہیں ہندوستان وغیرہ ممالک میں اسکا تجربہ ہو چکا ہے اور یہ ہمیشہ مفید و موثر علاج ثابت ہوا ہے ہندوستان کے نامی گرامی طبیب و ڈاکٹر اس کے فوائد کی تصدیق کرتے ہیں۔ بس اگر مندرجہ بالا بیماریوں میں سے آپ کسی میں مبتلا ہوں۔ اور دکھ اٹھاتے ہوں۔ تو اس کا ایک دفعہ تجربہ کریں۔ جبکہ تندرستی کا مدار صاف خون پر ہے۔ تو خون کو صاف و پاکیزہ بنانے کے لئے اس سے بہتر کوئی دوا آپ کو نہیں مل سکتی۔

قیمت شیشی کلاں (ع) خورد ۱۲/

پتہ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور

روغن مقوی
خارجی استعمال سے مردہ ... عضلات زندہ ہو کر ... کی طاقت پیدا ہوتی ہے (للعہ)

حرارت
... نتے بند دست خود ... جو د خشک ہو کر آئندہ ... پھوٹنے کا اندیشہ ... جاتا ہے (عہ)

سرمہ ممیرا
... قوی بصر۔ محافظ بینائی ... دافع دھند۔ غبار۔ جالا ... سرخی۔ درد۔ آب ... نی ... دور کرتا ہے (عہ)

روغن عجائب
... کا تمام زخموں میں ... بھگندر۔ ناسور خنازیر ... گاؤ کا بہتر علاج ہے (عہ)

حب بواسیر
... خونی ہو یا بادی۔ ریحی ... بادی۔ دو ہفتہ میں ... خون جاتا بند قیمت ... دو ہفتہ (عہ)

... ۷۲ صفحے میں ... تمام کیفیت وغیرہ ... کا خور قیمت ... اول (عہ) درجہ دوم (ع)

... تحفت ... صفحہ کی با تصویر ... درخواست ... پر روانہ ... جاتی ہے

عام قیمت ۴؎ — ناظرین کو مژدہ — نئی قیمت ۲؎

ہم نے ولایت سے ایسی پانسو گھڑیاں تیار کروا کے منگوائی ہیں۔ اور پبلک کے فائدے کی غرض سے ان کو بہت ہی کم منافع پر فروخت کر رہے ہیں خریداروں کو آرڈر بھیجنے میں نہایت جلدی کرنی لازم ہے۔ جسقدر دیر ہوگی مایوسی کا سامنا ہوگا۔ یہ گھڑیاں۔ نکل سلور کی نہایت مضبوط لیور ہیں۔ پائداری میں اپنا نظیر نہیں رکھتی ہیں۔ ہم ان کی ایک سال کی گارنٹی دیتے ہیں۔ مگر یہ دس سال تک خراب ہونے والی نہیں ہیں۔ قیمت صرف دو روپے آٹھ آنے ہے۔ اب اس سے کم اور کیا قیمت ہو سکتی ہے۔ آزمایش فرمائیے۔ اور دوسری دوکانوں کے مال اور ہمارے مال کا مقابلہ کر لیجئے۔ ہمارے یہاں دس روپے کا مال ملتا ہے۔

(۲) دستی گھڑیاں نکل سلور مع چمڑا۔ قیمت ؎ للعہ۔ دستی گھڑی خالص چاندی مع چمڑا۔ قیمت (؎) گارنٹی ایک سال۔

المشتہر

کے۔ ایس۔ ایم۔ سالم۔ جنرل سپلائر۔ پٹیالہ

شمس العلماء مولوی محمد حسین صاحب آزاد کی تصنیفات

مولانا آزاد کی کل تصنیفات ہم نے اعلیٰ درجہ کی خوشخط عمدہ کاغذ ڈمائی کاغذ پر چھاپی ہیں۔ صرف ہماری دوکان ہی بذریعہ وی پی مل سکتی ہیں۔ دوکانداروں سے ۲۵ جلد یکمشت خریدنے پر خاص رعایت۔ **نگارستان فارس**:۔ زبان فارسی کی بالکل نئی طرز کی مکمل تاریخ جو آجتک ہندوستان میں نہیں لکھی گئی مصنف نے ۵ برس کی محنت میں تیار کی ہے۔ اپنی سیاحت ایران کے دلچسپ حالات جا بجا درج کئے ہیں مشہور مصنفوں کے کلام میں بالامتیاز دکھائی ہیں مع تصویر مصنف مطبوعہ لندن ۴۲۳ صفحہ قیمت عہ۔ **قند پارسی**:۔ زمانہ حال کی فارسی کا عمدہ نمونہ جو آجکل ایران میں بولی جاتی ہے۔ ہر قسم کے لوگوں سے روزمرہ کی گفتگو ۱۶۰ صفحہ قیمت ۸؎ **نصیحت کا کرن پھول**۔ نسوان کے متعلق اظہار خیالات بہت آسان اردو میں لڑکیوں کے پڑھنے کیلئے ۴۲ صفحہ قیمت ۸؎ **نظم آزاد**:۔ پروفیسر آزاد کا کلام جسقدر ہم پہنچا ۱۳۲ صفحہ قیمت ۸؎ **نیرنگ خیال** انگریزی طرز پر استعارہ کے مضامین ترمیم ۱۱۳ صفحہ قیمت عہ **دیوان ذوق**:۔ پروفیسر آزاد۔ مع سوانح عمری استاد ذوق ضروری نوٹ ۴۰۴ صفحہ قیمت عہ

المشتہر خلیفہ سید محمد سالم مہتمم آزاد بک ڈپو اکبری منڈی لاہور

دیش اپکارک

ہندوستان بھر میں
اکیلا ہفتہ وار
طبی اخبار
ہے جو ہر بدھوار کو لاہور سے شایع
ہوتا ہے جسکی قیمت سالانہ تین روپے
ششماہی ڈیڑھ سہ ماہی ۱۲ ار سال بھر
کی قیمت پیشگی ادا کرنے پر عمال کی
دوائی نذر کی جاتی اگر آپ نے نمونہ
ابھی تک نہیں دیکھا تو ابھی لکھ دیجئے۔
نمونہ مفت بھیجا جاویگا دیش اپکارک
دیکھکر آپ خوش ہوں گے۔

اے ضعف و دیگر امراض بیرج کے مریضو

اگر تم مختلف علاج کرا کے مایوس بھی ہو چکے
ہو تو بھی تم مجھکو صرف ایک کارڈ لکھو میں تم کو وہ
وہ نصیحتیں کرونگا اور تراکیب بتاؤں گا کہ تم
پھر سے مرد تندرست اور جوان بن سکو گے
صرف نام مرض اور اپنا نام اور مفصل پتہ خوش خط لکھدیں

پتہ امرت دھارا لاہور

ٹھاکر دت شرما وید مالک ودیش اپکارک کارخانہ امرت دھارا جوتی لاہور

اگر

آپ نے رسالہ آب
حیات (رجسٹرڈ)، جو
امرت دھارا (رجسٹرڈ)،
کی تعریف میں ہے ابھی
تک نہ دیکھا ہو تو اس کے
بھیجنے کو واسطے ابھی لکھدیجیگا

اب ہندوستانی بہت جلد مالدار ہو جائیں گے

کیونکہ استاد کامل۔ رسالہ میں چھ سو ۶۰۰ سے زیادہ صنعتیں اور حرفتیں موجود ہیں جو کوئی جاننے والا ہرگز نہیں بتا سکتا۔ شیشہ پر ہر قسم کا کام۔ کانچ ڈھالنا۔ ہر قسم کی بغیر بیٹری کی ملمع سازی روشنائیاں۔ آتش بازی نئی ارنش۔ ہر ادویات کے رنگ جوہر ست۔ ایسنس ٹنکچر۔ ہر قسم کا عطر خضاب روغن۔ ادویات بنانا۔ گندک۔ کافور کا گلاس۔ ربڑ کی مہر۔ ربڑ پریس بنانا۔ جواہرات رنگینی۔ اشیاء مشک وغیرہ کی شناخت اور بنانا چینی کے برتن۔ اور روغن جستی اور منجن۔ میوہ جات دودھ۔ انڈے مدتوں تازہ رکھنا۔ جادو کی تیغ۔ پانی الگ اور دودھ الگ نکلے۔ جادو کا لیمپ جو بغیر تیل کے روشن رہے۔ ہر قسم اور چٹنیاں۔ اونی ریشمی کپڑے رنگنا۔ داغ دھبے دور کرنا۔ موم کے کھلونے۔ سینگ کی کام۔ بال اڑانے کے عرق۔ صابون یا ڈر بطریق انگریزی خضاب کے عرق اور روغن۔ جوہر وسمہ اور مہندی۔ پوشکار کی پوشیدہ شناخت۔ بغیر آگ کے برتنوں پر قلعی کرنا۔ ہر ایک دھات پر کندہ کرنا۔ شیشہ پر چاندی کی قلعی کرنا۔ پارہ کی قلعی مرکب تین چاندی سونا جرمن سلور نکل وغیرہ وغیرہ بنانا حیرت انگیز شعبدے دیا سلائی بنانا۔ لیتھو پتھر بنانا۔ سرمہ کی پنسل بنانا۔ پارہ کی گولی بنانا کشتہ جات پھونکنا۔ اصول باغبانی۔ بے تخم پھل لانا۔ پھل کا ذائقہ بدلنا پھول کا رنگ بدلنا قیمت کچھ بھی نہیں **صرف آٹھ آنے**

جوہر حکمت
علم طب کی سب سے بہتر کتاب

پچاس کتابوں میں بھی اسقدر مضمون نہ ملیگا اکیلی کو پڑھکر حکیم ڈاکٹر وید سے اعلیٰ بنجاؤ اسکو پڑھکر اپنا علاج خود کر لو۔ حکیم ڈاکٹر کے علاج کی خوبی یا خرابی سمجھ لو۔ مرض کو بڑھنے سے پہلے روک لو۔ ہر شخص کو پاس رکھنی چاہیے۔ اگر اشتہار کے موافق نہ ہو دام واپس ولایت تک کے اخبارات نے اسکی تعریف چھاپی ہے۔ تمام بیماریوں کے نام فارسی سنسکرت انگریزی ÷ تمام امراض کا علاج باقاعدہ ڈاکٹری ویدک یونانی ÷ انگریزی دوا کے نسخے آلات جراحی کا بیان تمام عورات کے تمام چار زبانوں میں ÷ ہر مرض کے بہت علامات اقسام پرہیز و پیشن بندی ÷ ادویات ہومیوپیتھی چیدہ ڈاکٹر تحقیقات ÷ تمام گولا اور وغیرہ کے نام چار زبانوں میں ÷ ادویات و غذائیں ہر مرض کی ÷ کشتہ بنانے کی سہل ترکیبیں مع شناخت فائدہ جسم کے تمام اعضا کی تشریح مع تصاویر ÷ کھانے کی معمولی چیزوں کے خواص فوائد و نقصان ÷ زہروں کی علامات و علاج جوہر نکالنا تمام اصطلاحات طبی کے الفاظ چار زبانوں میں ÷ حفظ صحت کے اصول ایک ہفتہ تمام دن رات کو ÷ ہر قسم کے مرکبات روغن معجون وغیرہ تیار کرنا اوزان پیمانے ڈاکٹری و حکیمی اصطلاحات کیمیا ÷ اشیاء استعمال روزمرہ کے متعلق طبی ہدایات ÷ حکماء قدیم کے مشہور نسخے وعطائیوں کے تجربات ہر اک عضو کی بناوٹ افعال کے اصول ÷ پرورش بچگان ضابطہ ایام حمل زچگی ÷ مزاج قارورہ۔ نبض وغیرہ کے شناخت ÷ مصفی غذا دوران خون وغیرہ کے نقشے ÷ فصد کھولنا۔ مدت ہضم غذا۔ شناخت ادویہ وغیرہ۔

قیمت صرف عه

ملنے کا پتہ فیض عام پریس علیگڑھ

رباعیاتِ اکبرؔ

خان بہادر سید اکبر حسین صاحب پنشنر جج کی رباعیوں کی ایک خوشنما بیاض مخزن پریس دہلی سے ہمارے پاس آئی ہے۔ اس بیاض کا ظاہری حُسن اول نظر میں جذبات کو بڑھا دیتا ہے۔ سادہ لوح پر خوشنما مگر نازک مینا کاری کا رنگ اور نستعلیق خط کی نوک پلک دل پر خاص اثر پیدا کرتی ہے ۱۶۸ رباعیاں اور قطعے اس بیاض میں ہیں۔ اور شروع میں ایک مختصر دیباچہ مولوی عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا نے لکھا ہے۔

(اخبار مشرق مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹ء)

رباعیاتِ اکبر کے نام سے کارپردازانِ مخزن نے مولانا اکبر حسین صاحب کی رباعیات جلی خط میں جسکی پاکیزگی اور آب و تاب دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے ایک چھوٹی سی خوشنما اور مجلد کتاب کی شکل میں شایع کی ہے۔ شروع میں مولوی عبدالقادر صاحب بیرسٹر ایٹ لا کا ایک جامع دیباچہ ہے۔ قیمت بارہ آنے جو اس کتاب کی خوبی کے مقابلہ میں کچھہ بھی نہیں۔

(دکن ریویو۔ اگست ۱۹ء)

کاٹھ کی ہنڈیا

ایک دفعہ چڑھیگی۔ اب کن الفاظ سے آپ کو یقین دلایا جائے کہ

نمک خراسانی

جسکو مین نے بہت محنت اور وقت سے دریافت کیا ہے آپ کی

صحت کا ضامن

ہوسکتا ہے تجربہ ہی بہتر کسوٹی ہے ایک مرتبہ نمک خراسانی۔ طلب فرما کر آزمایئے اگر مین جھوٹا یا دھوکہ باز ہون۔ تو آئندہ میری تحریر پر اعتبار نہ کیجے گا ۸ر قیمت ہی کیا ہے اس ضروری چیز سے کبھی گھر کو خالی نہ رکھئے وقت بے وقت سب کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرا دعوی ہے کہ امراض ذیل کے لیئے اگر نمک خراسانی اکسیر ثابت نہ ہو تو بیشک مین جھوٹا اور میرے دعوے بھی جھوٹے بغیر آزمانے کے میری نسبت کوئی رائے قایم نہ کر دیجئے

مجھے موقع دیجئے کہ

کہ مین آپ کو جھوٹ اور سچ مین فرق ظاہر کر کے دکھادون ......+

+ امراض ذیل کے لیئے نمک خراسانی یقیناً مفید بلکہ اکسیر ثابت ہوگا + +

بدہضمی۔ دائمی قبض۔ پیٹ مین درد خواہ کسی قسم کا ہو۔ کھٹی ڈکارین۔ کھانے کے بعد حاجت معلوم ہوتی ہو۔ یا تبخیر سی ہو جائے۔ بلغم کی زیادتی ہو۔ دودھ ہضم نہ ہوتا ہو۔ سر مین درد یا گرانی رہتی ہو بھوک نہ لگتی ہو۔ معدہ کمزور ہو۔ دن مین پانچ چار مرتبہ اجابت ہوتی ہو۔ طبیعت سست رہتی ہو۔ ہیضہ کی ابتدائی حالتون مین بھی مفید ثابت ہوا ہے۔ قیمت فی ڈبیہ ۸ر علاوہ محصول ڈاک۔ پرچہ ترکیب استعمال ساتھ ہوگا

محمد اسحاق علے مٹیا محل دہلی

یحییٰ یونانی دواخانہ
ٹوکری والان دہلی

عبارت آرائی اور مضمون نگاری ہر کوئی سرکاری ٹیکس تو ہے نہیں جو چاہا سو لکھ دیا جو چاہا سو کہہ دیا ورنہ سچ تو یہ ہے
کہ دواسازی ایک نہایت نازک معاملہ ہے اور ہر شخص کا کام نہیں ہے عام الناس میں کی فروختگی اور خریداری میں نہایت
غلطی کی جاتی ہیں خریدنے والے جہالت سے ہیں بغیر سوچے سمجھے خرید لیتے ہیں اور بیچنے والے جو کچھ پاتے ہیں ٹوکری میں بیچ کر رکھ دیتے
ہیں اور حلوائی پنساری کے آگے دوسرے کی نفع نقصان سے غرض نہیں رکھتے ہمارے یونانی دواخانہ میں تمام مفرد و مرکب
دوائیں کو ہمیشہ مستند حکیم کی نگرانی میں تیار کیا جاتا ہے (۱) یہی وجہ ہے کہ دوائیں نہایت صاف اور تازہ وزن اور مقدار کے لحاظ سے نہایت
درست بنائی جاتی ہیں ۲ شہر و بیرونجات کی فرمائشیں حتی المقدور روزمرہ پوری کی جاتی ہیں ۳ اس دواخانہ میں
خاص خاص امراض کے واسطے مفرد اور مرکب بعض کا لمبا سالہا سال تجربہ ہو رہا ہے نہایت اطمینان اور کفایت کے ساتھ فروخت کی جاتی
ہیں جس کی مفصل تفصیل فہرست سے معلوم ہو سکتی ہے جو طلب کرنے پر مفت ارسال کی جائے گی ۴ بیرونجات کے مریض اگر گھر بیٹھے
اپنا علاج کرانا چاہیں تو اپنے مرض کی پوری کیفیت تحریر فرماویں جس کے لحاظ سے مناسب دوا روانہ کی جاوے گی اور ہر مرض
کا علاج نہایت غور سے کیا جائے گا ۵ تھوک فروشوں کو ہر طرح کی مفرد و مرکب اور نیز ہمارے کارخانہ میں
خاص خاص دوائیں بجائے نہایت کفایت کے ساتھ دی جاتی ہیں ۶ ہر مذہب و ملت کے اصحاب کے واسطے ہمارا کارخانہ قابل اطمینان
ہے کسی قسم کی چیز جانور کی چربی وغیرہ بھی ہمارے کارخانہ میں نہیں ہوتی ہیں تمام خطوط و کتابت بنام منیجر یحییٰ یونانی دواخانہ ٹوکری والان دہلی
آنی چاہئیں پتہ صاف لکھنا چاہئے تاکہ پارسل کی روانگی میں دقت نہ ہو خط پتہ انگریزی کا یا اردو میں تحریر کریں +

محمد یحییٰ مالک کارخانہ یحییٰ یونانی دواخانہ ٹوکری والان دہلی

مژدۂ کتاب بزم آخر

یعنی شہر دہلی کے دو آخر بادشاہون کا طریق معاشرت جسمین بطور مکالمہ ابو نصیر معین الدین محمد اکبر شاہ ثانی کے زمانے سے لیکر ابو ظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ آخر بادشاہ دہلی کے عہد تک روزمرہ بیرونی و اندرونی برتاؤ اُن کی عادتین جو تحریر ہین جسمین خانگی معاملات خاص خاص واقعات دربار و سواری کے قاعدے جشن و نذرون کے قرینے زنانہ و مردانہ میلون کے رنگ تماشون کے ڈھنگ مردون مین مردون کی بول چال عورتون مین عورتون کی بات چیت مع تصاویر ہر دو بادشاہ و دربار و سواری جو ۵ فٹ لمبی ہے درج ہے + سر سید احمد خان مرحوم نے اپنی کتاب سیرت فریدیہ مین بھی ایک جگہ پر بطور سند اس کتاب کا حوالہ دیا ہے اور اپریل ۱۹۰۵ء کے رسالہ مخزن جو شاہی کھانون کے نام چھپے ہین وہ اسی سے نقل ہوے ہین۔ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد ذکاءاللہ صاحب نے اس پر ایک بسیط ریویو لکھا ہے جو رسالہ صلائے عام مطبوعہ ماہ رمضان سنہ رواں مین زور و شور سے مع نقل ذکر رمضان المبارک طبع ہوا ہے۔ اگرچہ پہلے یعنی ۱۸۸۵ء مین اس نایاب کتاب کی قیمت پانچ روپیہ تھی اس پر بھی یہ ڈھونڈے نہ پاتی تھی اب شائقین حالات خاندان شاہی کے درد دیے اور شوق ظاہر کرنے سے منشی سید احمد صاحب دہلوی مالک کتاب ہذا کو بڑے نہایت کوشش و تجسس سے جابجا تلاش کر کے کچھ نسخے بہم پہنچائے ہین اور بنظر رفاہ مجلد کے صرف دو روپے چار آنے اور غیر مجلد دو روپے پختہ قیمت ہے البتہ ڈاک رجسٹری وغیرہ کا خرچ بذمہ خریدار ہے جن صاحبون کو یہ عجوبہ روزگار + شاہی یادگار درکار ہو وہ بترسیل قیمت یا بذریعہ ویلیو پے ایبل دفتر فرہنگ آصفیہ واقع دہلی کوچہ پنڈت سے طلب فرمالین ورنہ پھر پچھتانے اور ہاتھ ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا +

دیگر کتب موجودہ

طبی تعلیم۔ انشائے ہادی النساء ہر دو حصہ ۔ مناظرہ تقدیر ۔ رسوم دہلی ۔ چتر بھجلی ۔ محصول الخ خسید لم

۶ر ۸ر ۶ر ۱۲ر ۴ر

مینیجر دفتر فرہنگ آصفیہ

پھر ایک موقع

دیا جاتا ہے۔ اُن اصحاب کو جو ذیل کی کتابوں سے محروم ہیں

اور پچھلی مرتبہ بھی اس رعایتی اعلان سے فائدہ نہیں اٹھا سکے

انتخاب مخزن	کلام نیرنگ	مکتوبات آزاد
عہ؍	۶؍	۶؍

صرف دو خریدار قسم اول و دوم ۳۱ دسمبر ۱۹۰۸ء تک بھیجئے اور

چندہ وصول ہونے پر ان تینوں میں سے کوئی

سی کتاب طلب فرما لیجئے۔ (مگر نیرنگ روا

ہو گی) نئے خریداروں کو یہ رعایت دی جاتی ہے

کہ وہ ہر سہ کتابیں صرف عہ میں لے سکتے ہیں

علاوہ محصول ڈاک +

مینیجر مخزن دہلی

ممیرے کا سُرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل ایگزامینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں میڈیکل کالج کے پروفیسروں نامور ڈاکٹروں والیان ریاست اور ولایت کی یونیورسٹی کے سند یافتہ ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے کہ یہ سرمہ امراض ذیل کیلئے اکسیر ہے۔ ضعف بصارت تاریکی چشم۔ دھند۔ جالا۔ پڑوال۔ غبار۔ پھولا۔ سبل۔ سُرخی۔ ابتدائی موتیابند۔ ناخنہ۔ پانی جانا خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ خاص و عام اس سرمہ سے فائدہ اُٹھا سکیں۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہوگا ۔ ممیرے کا سفید سُرمہ اعلیٰ قسم فی تولہ (ے) خالص ممیرہ فی ماشہ عـ۵ مصری سُرمہ فی تولہ ۴ خرچ ڈاک ذمہ خریدار درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں۔ المشتہر پروفیسر میاں سنگھ الموالیہ مقام ٹبالہ ضلع گورداسپور

اِن سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

(۱) میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ ممیرے کا سُرمہ جو سردار میاں سنگھ الموالیہ نے ایجاد کیا ہے۔ بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے بمنزلہ اکسیر ہے آنکھوں سے پانی کا بہت جانا۔ دھند۔ سوزش۔ ہر قسم جسکو آنکھ آنا کہتے ہیں۔ جلن اور کمزوری نظر۔ ناخنہ باہر اور اندر کی جھلی کا زخم اور ان کو بیٹھ کا گن ۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیاوی شی نہیں ہے۔ اسلئے ہر کسی کے لئے اس کا استعمال مفید ہے مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹروں کا ملنا محال ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہئے۔ اسلئے میں بلا شک و شبہ کہہ دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے ممیرے کا سُرمہ ضروری مفید ہے۔ راقم ڈاکٹر ایم۔ بی سنگھ صاحب بہادر ایم۔ ڈی۔ ایم۔ ایس سند یافتہ یونیورسٹی اڈنبرگ انگلستان

(۲)۔ جناب سردار صاحب التسلیم۔ میں نے آپکا ممیرے کا سرمہ استعمال کیا میں تصدیق کرتا ہوں کہ بیشک یہ سرمہ کمزوری چشم کیلئے بہت مفید ہے میری آنکھیں بالکل کمزور تھیں لگاتار ایک پہر کام کرنے سے معذور ہو جاتا تھا۔ اب میری یہ کیفیت ہے کہ صرف چار روز کے استعمال سے تین تین پہر لگاتار کام اچھی طرح کام کرسکتا ہوں۔ راقم نیاز خورشید محمد خاں خلف نواب حسین محمد خان

انعام پانچ ہزار روپیہ } اگر کوئی شخص ممیرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بیس ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کردے اسکو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا جو الہ آباد بنک میں اسی مطلب کے لئے مارچ ۱۹۰۲ء سے جمع کیا گیا ہے

فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی
(دوا سازان ڈیٹرائٹ ملک امریکہ کی)
مشہور عالم ادویہ

اسٹرنس وائن آف کاڈ لور آئل

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر معہ کشتہ فولاد۔ پاکیزہ بلا بو اور بلا مالش مرکب کھانسی اور کمزوری کا بہترین علاج ۱۲/ ۱ و ۱۲/ ۲ ۔

اسٹرنس ہیڈیک کیور

ہر قسم کے درد سر کے واسطے بلا ضرر۔ زود اثر اور یقینی فائدہ رساں دوا۔ نقل مت خریدو۔ صرف اسٹرنس کی اصلی ۱۲ قرص ۱۲/

اسٹرنس زائمول ٹروکینز

ان سے خراش حلق۔ کھانسی۔ آواز کی بھربھراہٹ دور ہوتی ہے۔ خوشنما اور خوش ذائقہ قرص ہیں قیمت ۸/ فی بکس ۴۰ قرص۔

اسٹرنس پپزائیس

غذا ہضم کرنے کیلئے بہترین دوا نہایت سستی۔ زود اثر۔ اور کامل طور سے آلات ہضم کو درست کرتی ہے۔ ۸/ فی شیشی۔

اسٹرنس میٹھیلا اَمڈس

کسی قسم کی اور کیسی ہی منشاء کی بیماری ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ اس سے بہتر ان بیماریوں کے واسطے کوئی اور دوا نہیں۔ آجتک کبھی ناکامیاب نہیں ہوئی۔ ۴۰ گولیوں کی شیشی ۱/

رسالہ رفیقِ مریضان { جس میں ان اور دیگر ادویہ تیار کردہ کارخانہ فریڈرک اسٹرنس اینڈ کمپنی ڈیٹرائیٹ ملک امریکہ کے مشرح حالات ہیں۔ ناکس اینڈ ورشا ہز نگ ڈپو کشمیری دروازہ دہلی سے مفت اور بلا محصول طلب کرو۔

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیاء کے دوکاندار فروخت کرتے ہیں